نشریات

ریڈیائی تقریریں

مولانا جنید احمد بنارسی

ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح

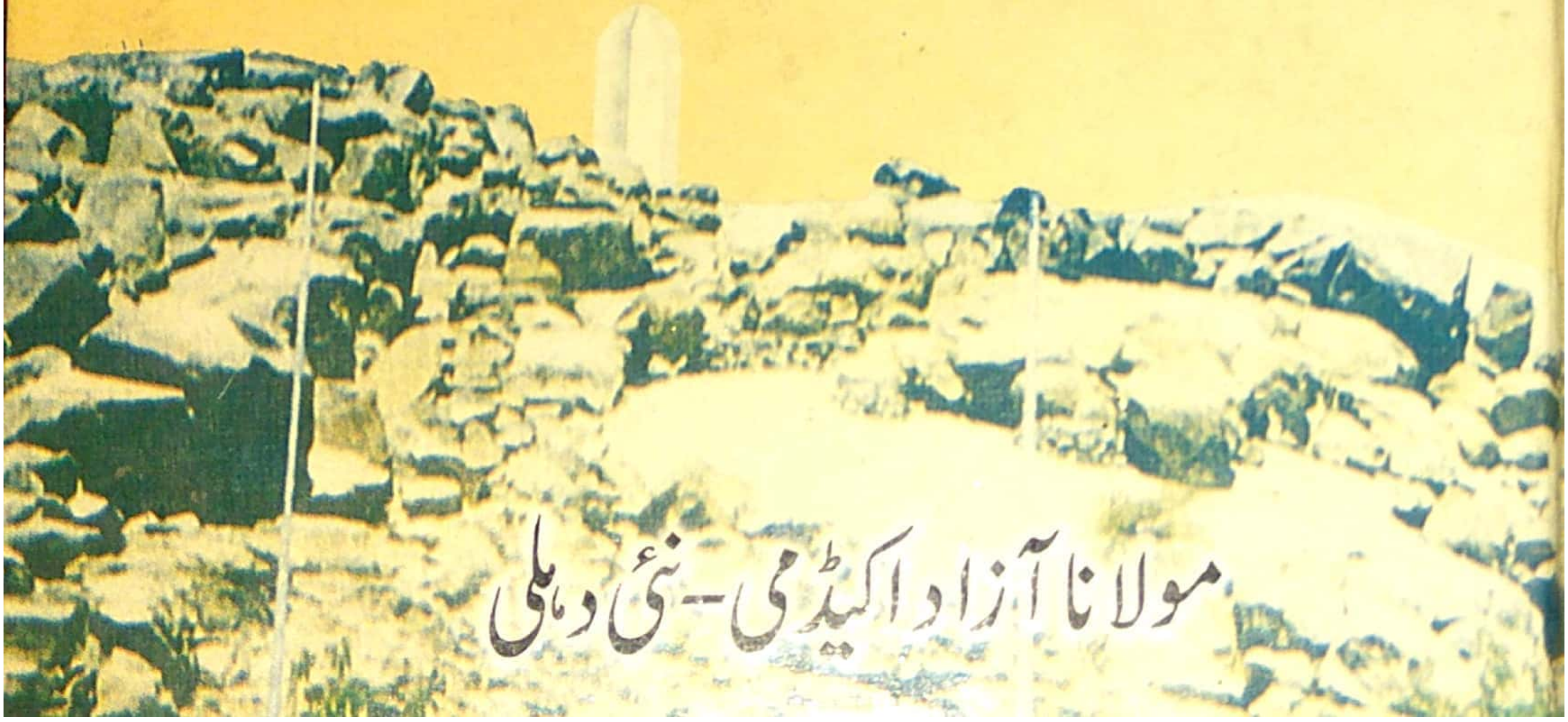

مولانا آزاد اکیڈمی -- نئی دہلی

Scanned by CamScanner

نشریات

(ریڈیائی تقریریں)

ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح

مولانا جنید احمد بنارسی

ناشر

مولانا آزاد اکیڈمی، نئی دہلی

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب	:	نشریات (ریڈیائی تقریریں)
مصنف	:	مولانا جنید احمد بنارسی
تعداد	:	۱۱۰۰
قیمت	:	۱۰۰/روپے
مطبوعہ	:	کلاسیکل آرٹ، دہلی، ۶
سن اشاعت	:	ار جون ۲۰۰۵ء
ٹائپ سیٹنگ	:	تبریز عالم قاسمی اقرا کمپیوٹر سینٹر، اوکھلا، نئی دہلی۔۲۵
آئی۔ایس۔بی۔این	:	81-88991-01-X
ناشر	:	مولانا آزاد اکیڈمی N-80/C ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔۲۵

ملنے کے پتے

۱۔ جنید انٹر پرائزز، فرسٹ فلور، فلیٹ نمبر ۶، الکریم منزل، پلٹن روڈ، ممبئی ۴۰۰۰۰۱

۲۔ اسلامیہ بک ڈپو۔ طلاق محل، کانپور (یوپی)

۳۔ عبدالملک ابراہیمی۔ مفتی اکیڈمی، J-5/20,E آزاد پارک، وارانسی۔۲۲۱۰۰۱

۴۔ ڈاکٹر عمادالاسلام۔65/کیپرس سرکل کیلی فورنیا (امریکا)

Scanned by CamScanner

فہرست

۱۔ پیش لفظ	۴
۲۔ صبا میری نظر عقیدت لئے جا!	۶
۳۔ حرف مدعا	۸
۴۔ عید میلاد النبی ﷺ	۹
۵۔ سیرۃ النبی ﷺ	۱۴
۶۔ حضرت محمد ﷺ اور مساوات	۲۰
۷۔ مساوات مصطفیٰ ﷺ	۲۴
۸۔ ایک نعتیہ شعر	۲۹
۹۔ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا	۳۳
۱۰۔ ماہِ صیام کی برکتیں	۳۸
۱۱۔ آمد ماہِ رمضان	۴۳
۱۲۔ عید الفطر	۴۸
۱۳۔ عید الفطر	۵۳
۱۴۔ عید الفطر	۵۸
۱۵۔ عید الفطر کی برکتیں	۶۱
۱۶۔ عید الفطر	۶۶
۱۷۔ عید الفطر	۷۰
۱۸۔ عید الفطر کی برکتیں	۷۵
۱۹۔ فلسفۂ عید	۸۰
۲۰۔ فلسفۂ عید	۸۵
۲۱۔ طواف کعبہ کی یاد میں	۹۰
۲۲۔ عید الاضحیٰ	۹۶
۲۳۔ قربانی کا فلسفہ	۱۰۰
۲۴۔ عید قرباں اور اس کی اہمیت	۱۰۴
۲۵۔ دوستی کا امتحان اور عید قرباں	۱۰۸

Scanned by CamScanner

پیش لفظ

اصناف اردو زبان وادب میں نشریاتی ادب (ریڈیائی تقریر) موجودہ عہد میں ایک مستقل فن وآرٹ کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔ جس کے منفی پہلو سے قطع نظر، مثبت پہلو اور ابلاغی طرز کی تعریف وستائش کی جانی چاہئے۔ گواس کا اہتمام والتزام اس قدر نہیں ہوتا ہے، جس قدر ہونا چاہئے۔ افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ ہنداسلامی روایات واقدار، کا یہ نافع وصالح عنصر دن بدن مضمحل سے مضمحل تر ہوتا جارہا ہے۔

نشریاتی ادب پر سقوط روس سے قبل مارکسی نظر وفکر رکھنے والے دانشوروں کا غلغلہ تھا۔ (جیسا کہ آج کل ترقی پسند جمہوری حکومت پر ان کا غلبہ وتسلط ہے) سویت یونین بکھراؤ اور تقسیم در تقسیم کے قدرتی عمل کے بعد ذرائع ابلاغ پر مغربی رجحان (جو دراصل فکری ارتداد ہے) کا یلغار ہونے لگا ہے۔ جو ملک کے مستقبل کے لئے کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔

میری محدود معلومات کے مطابق نشریاتی ادب میں اب تک دو شاہکار کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ جو زبان وبیان کی جدت وندرت اور تحقیق وجستجو کی صحت واستناد کے اعتبار سے منفرد نوعیت کی ہیں۔ بلکہ نشریاتی ادب میں اس کے پایہ کی کتابیں مشکل ہی سے ملیں گی۔ پہلی کتاب ''نشریات ماجدی'' ہے جو مولانا عبدالماجد دریابادی کی نشریاتی یادگار اور تحفۂ لازوال ہے۔ دوسری کتاب ''منارصدا'' ہے۔ جو حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کی ایک بہترین یادگار ہے، ان دونوں کتابوں کے وجود میں آنے کے ایک عرصہ بعد حضرت مولانا جنید احمد بنارسی صاحب کی کتاب ''نشریات'' منصۂ شہود پر آئی ہے۔

''نشریات'' کے متعلق تو یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ ''نشریات ماجدی'' اور ''منارصدا'' کے معیار اور ان کے اسلوب وبیان اور رنگ وآہنگ میں رقم کی گئی ہے۔ مگر یہ بلاتامل کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب بھی اچھی کاوش اور طویل محنت کی علامت ہے۔

مجموعہ نشریات میں کل ۲۲ ریڈیائی تقریریں ہیں جو ''عید میلادالنبی ﷺ، سیرۃ النبی ﷺ، ماہ رمضان، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور مذہبی رواداری، جیسے اسلامی موضوعات پر مشتمل ہے۔

Scanned by CamScanner

مجھے ان تقریروں کے سرسری مطالعہ کے دوران شدت سے احساس ہوا کہ حضرت مولانا جنید احمد بنارسی صاحب نہ صرف ریڈیو کے فنی اور تکنیکی تقاضوں سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ بلکہ سیرت، تاریخ، ادب، ثقافت اور اسلامیات کے بنیادی اصولوں ونظریوں کو بھی کمال تحقیق وصحت کے ساتھ سپرد قرطاس وقلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لکھنے پڑھنے کا پاکیزہ ذوق اور خوبصورت الفاظ، محاورات اور تشبیہات کو استعمال کرنے کا سلیقہ دیا ہے۔ باوجود اس کے کہ عربی کے بعض ثقیل الفاظ استعمال ہوئے ہیں، مگر ان کی تحریر کی شگفتگی وبرجستگی اور روانی میں کوئی خاص سقم محسوس نہیں ہوتا ہے۔ میرے خیال میں ان کی تحریر کی سب سے بڑی خصوصیت ان کا والہانہ طرز وخطیبانہ انداز اور عشق نبوی میں ڈوبا ہوا اسلوب ہے بعض مقام پر وہ خود بھی آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے قاری کی آنکھوں میں بھی آنسو چھلکا جاتے ہیں۔ یہی وصف دراصل ان کے قلم گوہر بار کا اعجاز اور اس کتاب کی روح ہے۔

حضرت مولانا جنید احمد بنارسی صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ وہ ملی و قومی تنظیموں اور جماعتوں کے پلیٹ فارم سے ملک میں متعارف ہیں۔ اب وہ تصنیف وتالیف کے سنگلاخ میدان میں بھی قدم رکھ چکے ہیں مجھے پوری امید ہے کہ موصوف اس گراں قدر تصنیف کے ذریعہ سے ملک کے علمی حلقوں میں اپنا مقام ضرور منوالیں گے۔ مولانا کی دوسری کتابیں بھی زیر ترتیب ہیں، بالخصوص ان کا ''سفرنامہ'' زیر طبع ہے۔ جو سیاحتی ادب میں ایک گرانقدر اضافہ کا باعث ہوگا۔

''نشریات'' کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر مولانا آزاد اکیڈمی، نئی دہلی جیسے معیاری ادارہ کے زیر اہتمام یہ کتاب شائع کی جارہی ہے۔ مجھے توقع ہے کہ اس کتاب کی علمی حلقوں میں خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔ اور کتاب ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی۔

عطاء الرحمن قاسمی
جنرل سکریٹری
مولانا آزاد اکیڈمی، نئی دہلی

Scanned by CamScanner

صبا! میری نذر عقیدت لئے جا

ریڈیائی موجوں پر اللہ کا نام لینے والے مولانا جنید احمد بنارسی دین کی باتیں، شریعت کے احکام، رسول پاک ﷺ کی سیرت، اور خدائے ذوالجلال کی عظمت و کبریائی بیان کیا کرتے ہیں۔ مولوی جنید سلمہ، جس گھرانے کے نور دیدہ ہیں اس گھرانے کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ان کے دادا حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ مفتی شہر بنارس تھے، خطیب اور منجھے ہوئے مدرس، کہنہ مشق مفتی اور عالم دین تھے، ان کے والد مولانا محمد اسحاق بنارسی ایک باوقار، دیندار، خطیب منبر و محراب تھے، انہوں نے دینی تعلیم کے لئے بے شمار مدرسے قائم کئے، اللہ کی باتیں اللہ کے بندوں تک پہونچانے کا ان کو خاص سلیقہ تھا۔ اور خاص بات، بہت ہی خاص بات، اس زمانہ کے لئے نایاب بات یہ ہے کہ اس خاندان کے افراد نے دین کی خدمت اللہ کے لئے کی، دین کو پیشہ نہیں بنایا، ہاں دین کی خدمت کرنے والوں کی مدد کی ہے، مالی اور اخلاقی تعاون سے کبھی کوتاہی نہیں کی، خود اپنے رزق حلال کے لئے بنارسی کپڑوں کی تجارت کی، جب کوئی گاہک آتا تو خالص بنارسی کپڑوں کے جھلمل کرتے ہوئے، آنکھوں میں چمک پیدا کرنے والے تھانوں کے ڈھیر لگا دیتے، وہ نیلے، اودے، بنفشی، سرمئی، اگرئی کپڑے، وہ سرخ، بسنتی اور ہرے رنگ کے دوپٹے، عرب ممالک سے لے کر یورپ اور امریکہ تک اپنی سچائی، معاملہ کی صفائی، میں ملک کا نام اونچا کرتے رہے۔

اور جب کوئی طالب دین آیا اور ریڈیائی تقریر طلب کی گئی تو پھر الفاظ کے جادو بکھیرنے میں مولوی جنید سلمہ، اور ان کے والد ماجد نے کبھی کوتاہی نہیں کی، وہ موتیوں کے جیسے چمکتے الفاظ، ستاروں کے مانند دمکتے ہوئے جملے جس میں ایک شیر کی گرج تھی تو دوسری طرف بلبل کی چہکار، کبھی ریڈیو کی مشین کے سامنے دھیمے لہجے میں دل آویز باتیں، کبھی مائکروفون کے سامنے کھڑے ہوئے، روپہلے لفظوں سے جڑے ہوئے سنہرے الفاظ

Scanned by CamScanner

سنتے جائیے اور سر دھنتے جائیے، ان کے منہ سے پھول جھڑتے اور ان کی باتیں سن کر ایسا لگتا جس طرح بنارسی تھانوں کے چھپئی جوڑے فالسئی طشت پر سجے ہوں۔

مولانا جنید احمد کے والد میرے بزرگ دوست اور محب مکرم، برادر معظم تھے، انہوں نے اپنی زندگی کا آخری خط اس عاجز کے نام لکھا تھا۔ حج کے دنوں میں منٰی میں قربانی کے گوشت بھنتے اور کھلاتے، اور حقہ کی کش بھی لگاتے۔ آدمی اندر سے سچے باہر سے پاکیزہ، محبت کرنے والے اور محبت کے لائق عالم دین تھے، تجارت کرتے تھے مگر سر پر دین کی حکومت ہمیشہ رہی، ان کے صاحبزادے مولوی جنید احمد کے ریڈیائی مقالات زبان سے نکلے اور فضا میں پھیل گئے، سننے والوں نے کہا:

صبا! میری نذر عقیدت لئے جا
سلام و پیام محبت لئے جا

عبداللہ عباس ندوی
مکہ مکرمہ (سعودی عرب)
۲۵/۵/۲۰۰۵ء

Scanned by CamScanner

حرفِ مدعا

بحمد اللہ! میری ریڈیائی تقریروں کا یہ مجموعہ ''نشریات'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ۱۹۸۵ء سے ۲۰۰۲ء تک آل انڈیا ریڈیو کی دعوت وطلب پر یہ مضامین زیر عناوین چند مرتب ہوئے ہیں اور یہ عیدین، عید میلاد النبی، رمضان المبارک پر ہیں اور ایک دو مزید بھی۔ تہواروں، مواقع اور مناسبات کی تکرار عموماً سالانہ ہوتی ہی ہے۔ اسی طرح عناوین اور بعض مضامین میں تکرار سے انکار نہیں۔ لیکن ہر مضمون میں موضوع کی یکسانیت کے باوجود کوئی نہ کوئی نئی بات ضرور ہے کیوں کہ آل انڈیا ریڈیو کے مقررہ وقت ۱۰ منٹ میں ہی بات مکمل کرنی ہوتی ہے۔ اس کو مدنظر رکھیے پھر تکرار سے قند مکرر کا لطف اٹھایئے۔

ان تقریروں کی اشاعت کا خیال تھا نہ ہی طبع کرانے کا ارادہ۔ لیکن بعض احباب نے دیکھا تو مشورہ دیا کہ اس کو کتابی شکل میں محفوظ کرلیا جائے تا کہ کماحقہٗ لوگ اس سے استفادہ کرسکیں۔

اس طرح یہ کتاب طلباء، ائمہ مساجد، خطباء عیدین اور مقررین کے لیے یقیناً مفید ہوگی کہ عناوین بالا پر مختصر خطاب کا سامان موجود ہے۔ اس میں جو بھی ہے حقائق پر مبنی ہے۔ رمضان وعید، غرض ہر مضمون میں دعوتِ عمل ہے۔ تا کہ تہوار کو رسم نہیں بلکہ اپنی عبدیت اور عباداتِ الٰہی کے تصور سے برتا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ سرمایہ مفید ہو۔ وما توفیقی الّا باللہ علیہ توکلت و الیہ اُنِیب۔

خاکسار

جنید احمد

Scanned by CamScanner

عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ و کفٰی و سلام علی عبادہٖ الذین اصطفٰی اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، لقد مَنَّ اللّٰہُ عَلَی المؤْمِنِیْنَ اِذ بَعَثَ فِیْھِمْ رسولاً مِّنْ انفسھم یتلوا علیھم آیتہٖ و یزکیھم و یعلّمھم الکتبَ و الحِکْمَۃَ و ان کانوا مِنْ قبل لفی ضَلٰلٍ مبین۔

عید خوشی کو کہتے ہیں۔ ماہِ ربیع الاول میں ہمیں عید میلادالنبی کی خوشی میسر ہوتی ہے کہ ہم اس کے ذکروتذکار سے روح کو تازہ، دل ودماغ کو منور اور زبان کو معطر کرتے ہیں۔ آج سے ۱۴۱۷[1] رسال قبل وہ بشیرونذیر اور داعی خیر بن کر تشریف لائے کہ ان جیسا نہ کوئی پہلے آیا تھا نہ ہی ان کے بعد کوئی آئے گا کیوں کہ دَھْر (زمانہ) ان کی مثال لانے سے قاصر ہے۔

مضت الدھور و ما اتینَ بمثلہٖ ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ

اور یہ ذاتِ گرامی ہے حضرت محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جن کا نور، کائنات کی خلقت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادیا تھا اور وہ اس وقت نبی ہو چکے تھے، جب آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان کھنکھنا رہے تھے۔ اب ان کے اس دنیا میں تشریف لانے اور میلادالنبی

---

(۱) ۱۴۱۷ رسال قبل (نبوت) ۱۴۵۷ رسال قبل ولادت باسعادت۔

Scanned by CamScanner

ﷺ کا پس منظر یہ ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں سارے عالم پر ظلمتیں چھائی ہوئی تھیں۔ گمراہی کا دور دورہ تھا، سرکشی اپنے عروج پر تھی۔ خصوصاً جزیرۂ عرب میں تمام برائیاں، عادات قبیحہ اور باطل رسم و رواج چھا گئے تھے۔ اہل عرب کا بات بات پر لڑنا جھگڑنا قتل و غارت گری کرنا، آبادیوں کو تاراج کرنا، قافلوں کو لوٹ لینا عام بات تھی۔ خاندانی دشمنی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ، اپنے پرائے کی تمیز کا اٹھ جانا اور ہر عملِ قبیح کر گذرنا پھر برملا اس کا اظہار کرنا، ماؤں کی بے حرمتی اور بچیوں کو زندہ درگور کردینا۔ غرض یہ باتیں اس دورِ ظلمت کی علامت بن چکی تھیں۔ انسانیت کراہ رہی تھی اور طاغوتیت کی حکمرانی تھی۔ کیوں کہ اس وقت خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کے بہت سارے شریک ٹھہرا لیے گئے تھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد نام کی چیزیں ناپید تھیں۔ سکندرِ رومی آٹھ سو سال پہلے گذر چکے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کو چھ سو سال ہو رہے تھے۔ عرصہ سے کوئی اچھی بات بتانے والا اس دنیا میں نہ آیا تھا۔ اسی لیے اہل دنیا قعرِ مذلت میں پڑے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور بعث فیھم رسولاً کا مژدۂ جانفزا سنایا اور وہ نور، جو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں بطور امانت رکھا گیا تھا آج پہلوئے آمنہ سے ہویدا ہوا۔ اس سے بڑھ کر عید اور مسرت کیا ہو سکتی ہے کہ آج وہ دن آگیا جس کے لئے لیل و نہار نے ہزاروں کروٹیں بدلیں تھیں یہ ساعت ارجمند اور وقت سعید سن ایک (سنہ ۱) عام فیل ۹ / ربیع الاول دوشنبہ کے دن صبح صادق کا سہانہ وقت ہے کہ۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعاءِ خلیل و نوید مسیحا

اللھم صلی علی سید الابرار محمد النبی الامی و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین.

رومیوں کے حساب سے یہ دن ماہِ نیسان کی ۲۰ / یا ۲۸ / چاند رات تھی۔ نوشیروانِ عادل کی حکومت کو ۴۰ / سال پورے ہو چکے تھے کہ نبی رحمت اس عالم میں تشریف لائے۔

Scanned by CamScanner

مکہ معظمہ کی سرزمین، برکت کا نشان، بنو ہاشم کا خاندان، حشمت کی علامت، عبدالمطلب کا برگزیدہ گھر، حضرت آمنہ کی مبارک گود میں ایک پیکر نورانی جلوہ گر ہوا، جس کو ۴۰ رسال تک لوگوں نے محمد بن عبداللہ کے نام سے جانا اور آپ کے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے صادق وامین کے لقب سے پکارا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو شفا جو حضرت آمنہ کی دایا تھیں، بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے کان سے یرُحمک ربک کی غیبی آواز سنی اور مشرق سے مغرب تک زمین نورانی ہوگئی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ دریائے ساوہ یا سماوہ جو ہزار سال سے خشک تھا جاری ہوگیا۔ آتش کدۂ فارس بجھ گیا، کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے، کاہن سطیح سیل ارم کے زمانہ کا پیدا اور جابیہ کا رہنے والا زبردست کاہن اسی روز ختم ہوگیا یہ تصدیق تھی **لا کھانة بعد النبوة** کی۔

بہر حال عرب کے دستور کے مطابق رضاعت کے لئے، حضرت حلیمہ سعدیہ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ اس ذاتِ گرامی کو اپنے یہاں لے جائیں اور پرورش کریں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ نے آپ کو گود میں لینے کے بعد گھر پہنچنے تک عجائبات کا مشاہدہ کیا۔ کمزور اونٹنی تیز رو ہوگئی گھر میں فارغ البالی اور برکت کا ظہور ہوا۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب آپ نے بولنا شروع کیا تو عجیب عجیب باتیں آپ فرماتے اور کہتے **اللہ اکبر، اللہ اکبر، الحمد للہ رب العالمین، لا الہ الا اللہ قدوساً قدوساً. نامة العیون والرحمن لاتاخذہ سنةُ ولا نوم**۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ مقدس ہے مقدس ہے۔ آنکھیں سوتی ہیں مگر رحمٰن کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ غرض یہ چند باتیں ہیں ان عظیم و عجیب واقعات میں جو آپ کی ولادت باسعادت کے بعد نمودار ہوئے۔ یہ بعثت تھی آپ کی محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے اور جب ۴۰ رسال کا زمانہ گذرا اور آپ نے خود کو محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے دنیا پر ظاہر فرمایا۔ تو وہی لوگ جو آپ کو صادق وامین کہتے تھے، خاکم بدہن ساحر ومجنون کہنے لگے۔ دشمنی اور سختی سے پیش آنے لگے، اور آپ کی جان کے پیچھے پڑ گئے۔ اس سے

Scanned by CamScanner

کام نہ چلا تو حرص وطمع دینے لگے۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے ایک ہاتھ میں چانداور دوسرے میں سورج لاکر رکھ دو تو بھی میں دعوتِ الی اللہ سے ہٹنے والا نہیں ہوں میں ایک خدا کی عبادت کی طرف بلانے سے احتراز نہیں کرسکتا۔ وحدانیت کی تبلیغ کو فراموش نہیں کرسکتا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے وحدانیت، تزکیۂ نفس، تعلیمِ کتاب وحکمت کے لئے اپنے رسول کو بھیجا تھا۔ بس اس مقدس فریضہ کی انجام دہی میں وہ لگے رہے اور اس طرح لگے رہے کہ کایا پلٹ دی۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

آپ نے اللہ کے احکام کو بدرجہ اتم پہنچایا کہ اَلْیَوْمَ **اکملت لکم دینکم** کا مژدۂ جانفزا سنا دیا گیا۔ اس وقت معلوم ہوگیا کہ کام پورا ہوگیا اب رحمت للعالمین، ختم المرسلین کے اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تسبیح و تحمید کی ہدایت دی گئی اور استغفار کی تاکید کی گئی۔ **فسبح بحمد ربک و استغفرہ انہ کان توابا** کا اعلان ہوا، تو لوگ رونے لگے کہ اب دنیا کا سب سے بڑا سانحہ رونما ہونے والا ہے۔ نبی رحمت ﷺ اس عالم آبِ وگل سے آغوشِ باری تعالیٰ میں جانے والے ہیں۔ غرض آپ نے دعوتِ الی اللہ اور تبلیغ دین کا کام پورا فرمایا، وحدانیت کو دلوں میں راسخ کر دیا یہ عقیدہ بٹھا دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حقوق اللہ وحقوق العباد کو ادا کیے بغیر نجات وفلاح نہیں ہے۔ یہ دنیا عارضی ہے، قیامت کے بعد آخرت ہے جو دائمی ہے، اس کے بعد نہ کسی کو موت آئے گی نہ اس کے بعد کوئی دوسری دنیا ہوگی۔ یہاں جس نے جو کیا ہے، اس عالم میں اس کا بدلہ پائے گا۔ **ومَن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ**۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور میلاد کا مقصد بھی یہی تھا کہ گمراہ انسانیت کو صراطِ مستقیم دکھائیں۔ چنانچہ انہوں نے بدرجہ اتم دکھایا جو

Scanned by CamScanner

خراب تھے ان کو اچھا، بلکہ خوب سے خوب تر کر دکھایا اپنی پاکیزہ تعلیمات سے ان کو اعمالِ حسنہ میں کندن بنا دیا۔ آپ کی مکی و مدنی زندگی کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کا ہر کمال اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ گرامی میں جمع فرما دیا تھا۔ آپ کا بچپن مقدس، آپ کا شباب مطہر، آپ کا وجود رحمت، آپ کا حسن و جمال لاثانی، آپ کی سیرت اور خلق لافانی، آپ کی ذات بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کتابِ کون میں سب سے پہلے ان کا نور، حریم قدس میں ان کی شمع جمال، لوحِ محفوظ میں پہلے ان کا نام، کلمہ طیبہ (**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**) میں اور عرش پر لکھا اللہ، محمد ساتھ ساتھ سبحان اللہ سبحان اللہ یہ ان کا کمال۔

تعالیٰ اللہ ذاتِ مصطفیٰ کا حسن لاثانی
کہ یکجا جمع ہیں جس میں تمام اوصاف امکانی
دعاءِ یونسی خلق خلیلی صبر ایوبی
جلالِ موسوی زہد مسیحی حسن کنعانی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی رحمت ﷺ کی دکھائی ہوئی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیوں کہ ان کی راہ پر چلنے میں ہی حق عبادت ادا ہوگا، خلق[1] میں محبت ہوگی اور محبت سے عداوت ختم ہوگی۔ پھر دل و دماغ میں فرحت، فکر و خیال میں سلامتی اور نتیجہ میں امن و آشتی کا ظہور ہوگا، جو یکجہتی کی کلید ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ اور مخلوق کے حقوق ادا ہوں گے۔ یہی مقصد ہے میلاد النبی کا اور نبی کی راہ پر چلنے کے بعد ہی ہم کو عید میلاد النبی منانے کا حق ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۵ر نومبر ۱۹۸۶ء

---

(۱). مخلوق

Scanned by CamScanner

سیرۃ النبی ﷺ

حضرات! سیرۃ النبی ﷺ ایسا وسیع اور نازک عنوان ہے جس کو قیدِ وقت و مکان، زمین و زمان اور ادب و احتیاط میں لانا مشکل ترین کام ہے۔ اس کے باوجود ۱۴ سو سال سے کرۂ زمین پر ہر لمحہ کہیں نہ کہیں ضرور ذکر و اذکار سیرۃ النبی سے خیرِ امت اپنے مقدر کو بلند کر رہی ہے۔ **اللھم صلی علی سید الابرار محمدن النبی الامّی و الہٖ واصحابہ و بارک وسلم۔**

ہمارے نبی سیدنا و مولانا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول عام فیل میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد خواجہ عبداللہ، آپ کی ولادت باسعادت سے قبل ہی وفات پا چکے تھے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وھب کا انتقال ہوا تو آپ کی عمر شریف چھ سال تھی۔ اس وقت آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے۔ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ کو لے آئے اور خود ہی آپ کی تربیت اور پرورش کرنے لگے۔ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کی سرپرستی کا ذمہ آپ کے چچا ابو طالب نے لیا۔ آپ کے اظہارِ نبوت اور اعلانِ رسالت کے بعد ماسوا چند لوگوں کے سارا قبیلہ، پوری قوم اور سب اہلِ وطن دشمن ہو گئے تو اس وقت ابو طالب، آپ کی پوری رعایت کرتے رہے، اور آپ کی طرف سے مدافعت کرتے رہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے بکریاں چرائیں، اور تجارت بھی کی، اور حضرت خدیجہ

Scanned by CamScanner

بنت خویلد کے حساب پر بھی سفر تجارت کیا، جن سے بعد میں آپ نے نکاح فرمایا اور یہی وہ خاتون ہیں جو عورتوں میں سب سے پہلے داخلِ اسلام ہوئیں۔ آپ ﷺ پر رمضان میں نزولِ وحی کی ابتدا ہوئی آپ کی عمر شریف اس وقت (۴۰) چالیس سال تھی۔ ۱۳ سال تک آپ قریش کو خدائے واحد کی طرف بلاتے رہے اور ان کے ظلم وستم، عداوت و بغاوت پر صبر کرتے رہے اور اعلانِ حق اور تبلیغ وحدانیت پر شکر کرتے رہے۔ ۱۳ سال کے بعد آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور ۱۰ سال رہے۔ اس دوران قریش کے ساتھ کئی معرکے ہوئے۔ جن میں جنگ بدر، اُحد اور غزوۂ خندق بھی ہیں۔ اور ہجرت کے آٹھویں سال فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا اور قریش اسلام میں داخل ہوئے۔ اور ہجرت کے دسویں سال آپ نے حج کیا، اور یہی حجۃ الوداع ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے عرفات میں الیوم اکملت لکم دینکم کا مژدۂ جانفزا سنایا۔ پھر آپ نے مدینہ منورہ میں پردہ فرمایا اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور آپ کے جسد اطہر کو مدینہ میں دفن کیا گیا۔

یہ خلاصہ ہے اس ذاتِ گرامی کی حیات طیبہ کا جس کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ ہے۔ ۴۰ سال کی زندگی محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے اور ۲۳ سالہ حیاتِ مبارکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے ہے۔ یہ پوری زندگی نمونہ ہے اور بہترین نمونہ یعنی اسوۂ حسنہ ہے۔ چالیس سالہ زندگی میں کسی کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ اپنی عادت مبارکہ کی وجہ سے صادق و امین مشہور ہوئے۔ ہاں جب آپ نے دعوتِ حق دیا تو لوگ دشمن جاں ہوگئے۔ آپ نے صبر وضبط حلم وتحمل عزیمت و تدبر سے ۱۳ سال مکہ میں گذارے۔ جس میں ایک ایسا دور بھی آیا جب شعب ابی طالب میں تین سال محصور رہے۔ آپ اور آپ کے اصحاب نے چمڑے چبا چبا کر زندگی گذاری، مگر آپ تو کیا آپ کے اصحابِ باصفا کے پایۂ ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آئی اور جو حلقہ بگوشِ اسلام ہوگیا وہ باوجود تمام صعوبتوں کے اس پر جما رہا۔ کیا بات تھی، کیا لذت تھی، کیا روح تھی، کیا اسپرٹ تھی۔ یقین و ایمان کی وہ کون

سی قسم تھی کہ دنیا کی ساری لذتوں کو تج کر ہر ستم لفظ لا الہ الا اللہ پر اُٹھا رہے ہیں۔ اور بلالِ حبشی انگاروں پر احد احد کا نعرۂ وحدانیت لگا رہے ہیں۔ ایسا انقلاب ان وحشی زندگیوں میں کیوں کر آیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ خدا کے سچے نبی اور پیغمبر تھے اور آپ خُلقِ[1] عظیم پر فائز تھے۔ جس کا منشاء انسانیت کی فلاح و بہبودی کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور رضاء الٰہی جس کا مطلوب اور خود خدائے تعالیٰ جس کا مقصود ہوتا ہے۔ غرض آپؐ نے حکمت وموعظت سے ظالم ترین قوم کو اللہ کی طرف بلایا، اور ان لوگوں نے اپنے مقدر اور وقت سے آپ کے دامنِ رحمت میں پناہ لیا اور جس نے پناہ لیا، وہ کامیاب ہوا۔ اور رہتی دنیا تک جو لوگ رحمت عالم کے دامنِ رحمت میں پناہ لیں گے، اوامر پر چلیں گے، نواہی سے بچیں گے، وہی کامران ہوں گے۔ سیرۃ النبی ﷺ کا نمایاں ترین پہلو آپ کا اخلاقِ کریمانہ ہے کہ قریش ستا رہے ہیں اور اہل طائف لہولہان کر رہے ہیں، پھر بھی نبی رحمت ان سب کے لئے دعاءِ ہدایت فرما رہے ہیں۔ فتح مکہ کے وقت دشمن پر مکمل قابو حاصل تھا۔ آج پورا پورا بدلہ گن گن کر دشمنوں سے لیا جاسکتا تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ فرماتے ہیں لا تثریب علیکم الیوم، کعبہ کیا، مسجد حرام کیا، مکہ کے کوچہ و بازار کیا، حتیٰ کہ دشمن جان و ایمان ابوسفیان کے گھر میں بھی کوئی پناہ لے تو اس کو مژدہ امن و امان ہے، یہ معافی کا اعلان عام ہے جو صرف محسن اعظم نبی رحمت رسول صادق کی نشانی ہے جن کی صفت میں اللہ نے رؤف اور رحیم فرمایا ہے۔ اور اس عظیم وجلیل رسول کی شان میں کبھی کبھی کچھ کوردۂ عقل اور اعداء خرد گستاخی کرتے ہیں اور امت کا دل دکھاتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں ہے کہ دراصل یہ خود ان کی تباہی کا سامان ہے۔ حضرت نبی رحمت ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جس نے ان کو گالی دی، اس کو انہوں نے دعا دی۔ لیکن یاد رکھو کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کیا، ان کے آل واصحاب اور امہات المومنین کی شان میں بھی ادنیٰ گستاخی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ برداشت نہیں کرے گا۔ بلکہ عذابِ الیم میں دونوں جہان میں گرفتار کرے گا، اور پھر وہ

---

(۱) اخلاق

Scanned by CamScanner

شخص خود باعث عبرت بن جائے گا۔

حضور ﷺ کی ذاتِ برکات عالی صفات، منبع الحسنات، آپ اپنے تمام فضائل و اخلاق۔ صفاتِ جمال وجلال میں اس قدر اعلیٰ اشرف اتم واکمل احسن واجمل مجلّٰی واقویٰ ہیں جو حد وعدد اور ضبط وحصر سے باہر ہیں اور کمالات میں جو کچھ بھی خزانہ قدرت اور مرتبہ امکان شہود میں متصور ہے وہ تمام آپ کو حاصل ہیں اور تمام انبیاءؑ ومرسلین آپ کے آفتاب کی ضیاء اور انوار جمال کے مظاہر ہیں۔ اور وہ سب محمد رسول اللہ ﷺ کے خوشہ چیں ہیں اور آپ کے دریائے فضل کا ایک گھونٹ اور بحرِ کرم کا ایک قطرہ و صلی اللہ علیہ و الہٖ واصحابہ اجمعین و بارک وسلم۔ حضور انور ﷺ کی ذاتِ کریم میں مکارمِ اخلاق، محامدِ صفات اور ان کی کثرت وقوت اور عظمت جمع ہونے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مدح فرمائی ہے ارشاد ہے، انک لَعَلیٰ خُلُقٍ عظیم بلاشبہ آپ بڑے ہی صاحب اخلاق ہیں۔ دوسری جگہ ہے کان فضل اللہ علیک عظیما آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے اور خود سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنی مجھے مکارم اخلاق کی تتمیم کے لئے بھیجا گیا۔ دوسری روایت لِاُ تَکمل محاسن الافعال، یعنی مجھے محاسن افعال کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذاتِ شریف میں تمام محاسن ومکارم اخلاق جمع تھے اور کیوں نہ ہوں جب آپ کا معلم رب علیم اور آپ کا مدرس قرآن عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق وملکات پر آپ کو پیدا فرمایا، کیا دیوانوں میں اس کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ دیوانہ کے اقوال وافعال میں قطعاً نظم وترتیب نہیں ہوتی نہ ہی اس کے اقوال اس کے افعال پر منطبق ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے، آپ کی زبان قرآن، آپ کے اعمال واخلاق قرآن کی خاموش تفسیر، قرآن جس خوبی اور جس نیکی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے وہ آپ میں فطرتاً موجود اور جس بدی سے روکتا ہے، آپ طبعاً اس سے دور ہیں۔ پیدائشی طور پر آپ کی ساخت اور ترتیب ایسی واقع ہوئی کہ آپ کی کوئی

Scanned by CamScanner

حرکت اور کوئی چیز حدِ تناسب اور اعتدال سے ایک انچ اِدھر اُدھر نہیں ہٹنے پائی۔ آپ کا حسن اخلاق اجازت نہ دیتا کہ جاہلوں اور کمینوں کی طعن و تشنیع پر کان دھریں، جس شخص کا خلق اس قدر عظیم ہو، اور مطمح نظر اتنا بلند ہو بھلا وہ کسی مجنون کے مجنوں کہہ دینے پر کیا التفات کرے گا۔ آپ تو اپنے دیوانہ کہنے والوں کی نیک خواہی اور دردمندی میں اپنے آپ کو گھلائے ڈالتے تھے جس کی بدولت فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَفْسَکَ کا خطاب سننے کی نوبت آئی۔ فی الحقیقت اخلاق کی عظمت کا سب سے زیادہ عمیق پہلو یہ ہے کہ آدمی دنیا کی ان حقیر ہستیوں سے معاملہ کرتے وقت خداوند قدوس کی عظیم ہستی سے غافل اور ذاہل نہ ہو۔ جب تک یہ چیز قلب میں موجود رہے گی، تمام معاملات عدل و اخلاق کی میزان میں پورے اتریں گے۔ سیرۃ النبی تمہیں دیکھنا ہو تو تفسیر قرآن دیکھو، حدیث پاک دیکھو، آپ کے مشن پر چلو، یہی سیرۃ النبی کا مقصود ہے۔ اور آپ کی ذات آپ کی سیرت کوئی بیان نہیں کرسکتا، ہاں اپنے مخصوص و محدود انداز میں نذرانہ عقیدت پیش کرسکتا ہے اور اپنے نامہ اعمال میں حسنات کا اضافہ کرسکتا ہے بشرطیکہ مخلص ہو۔

آخر اعرض ہے کہ آپ کتابِ کون کا طغرائے پیشانی، اور حریم قدس کا شمع شبستانی، کلک فطرت کا نقش اولیں اور اُمضاءِ توقیعاتِ ربّانی، آپ کا پرچم یہ آسمان، آپ کے ناخن کا تراشہ ہلالِ آسماں، آپ کے آگے عقل کل طفل دبستاں، آپ کی عدالت میں غبار مسکنت اور تاج سلطانی یکساں، آپ سلطان الامم فخر دو عالم برزخ کبریٰ آپ کے آگے جبرئیل امین مہر بہ لب، اور آپ کی نبوت تصدیقی اور آپ کی جلالت اذعانی۔

وہ سلطانُ الامم فخرِ دو عالم برزخِ کبریٰ
نبوت جس کی تصدیقی جلالت جس کی اذعانی
وہ ناطق جس کے آگے مہر بہ لب بلبلِ سدریٰ
وہ صادق جس کی حق گوئی پر شاہد نطقِ ربانی

Scanned by CamScanner

تعالیٰ اللہ ذاتِ مصطفےٰ کا حسن لاثانی
کہ یکجا جمع ہیں جس میں تمام اوصاف امکانی
دعاءِ یونسی خلق خلیلی صبر ایوبی
جلال موسوی زہد مسیحی حسن کنعانی

۲۴ر اکتوبر ۱۹۸۸ء

Scanned by CamScanner

حضرت محمد ﷺ اور مساوات

حضرت سرکار دو عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ مکمل اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ کی تعلیمات سے دنیائے انسانیت کو اعتبار ملا ہے۔ اور آپ کے پیغام نے مہد سے لحد تک ایسا پروگرام پیش کیا ہے کہ زندگی سنوارنے اور گذارنے کے لئے کسی اور پروگرام کی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ میں تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ ان کی زندگی دیکھو، ان کی سیرت پڑھو، ان کی تعلیمات پر غور کرو، اور پھر عمل کر کے دنیا و آخرت میں سرافراز ہو جاؤ۔

یاد رہے کہ جس نے جس قدر اطیعو اللہ و اطیعو الرسول پر عمل کیا، اسی قدر بلند و باوقار ہوا۔ اس کا ایمان کامل سے کامل تر ہوتا گیا اور اسی کمال ایمانی سے علومرتبت کا حصول ہوتا گیا پھر رنج و غم سے دوری ہوتی ہے تو راحت و مسرت سے جسم و روح کو جلا ملتی ہے۔ طبیعت مسرور اور دل معمور ہوتا ہے۔ لا تھنوا و لا تخرنوا و اَنتُمُ الاعلونَ ان کنتم مؤمنین یاد رکھو وحدانیت اور رسالت کے اقرار کے بعد ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کی سعی کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ اور ان دونوں حقوق میں مساوات پر عمل کی مثالیں موجود ہیں۔ پہلے تو یہ کہ مسلم کی شان یہ ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلم محفوظ و مامون رہے۔ نبی رحمت ﷺ کی ۴۰ سالہ حیاتِ مبارکہ محمد بن عبداللہ اور بنو ہاشم کے فرد فرید اور قریش کے بے مثل و بے نظیر سب سے بڑھ کر صادق وامین کی شہرت سے معمور ہے۔ اظہارِ نبوت کے بعد ۲۳ سالہ تعلیمات کا بیان، فضائل کی تفصیل، مسائل کی تشریح، عبادات کی تجمیل پر نظر رکھئے تو

Scanned by CamScanner

عام طور سے مابعد نبوت تو کیا ماقبل نبوت بھی انہیں تعلیمات کی غمازی ہوتی ہے۔ جس میں عدل وانصاف اور مساوات و برابری کا عمل دخل ہے۔ مساوات سے کبر ونخوت اور عاجزی و انکساری کے درمیان خلیج ختم ہو جاتی ہے۔ اور ظلم کی تیرگی عدل کے نور میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور پھر معاشرے میں اچھے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت سرکار دوعالم ﷺ کی نبوت اور رسالت کے اعلان کے قبل خانۂ کعبہ کی تجدید ومرمت کے سلسلہ میں حجر اسود نصب کرنے پر نزاع پیدا ہو گیا کیوں کہ ہر سردار یہ سعادت خود حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آخرأ یہ طے ہوا کہ کل حرم میں جو شخص سب سے پہلے داخل ہوگا، اس کے ہاتھ سے حجر اسود نصب کیا جائے گا۔ دوسرے روز صبح کو اہل مکہ جمال محمد بن عبداللہ کو دیکھ کر مطمئن ہو گئے اور خوش ہو کر کہا کہ آپ ہی اس مسئلہ کو حل فرما دیں۔ چنانچہ آپ نے ایک چادر منگائی اور اس پر حجر اسود رکھ دیا۔ سردارانِ قریش سے کہا کہ سب لوگ مل کر اس چادر کو اٹھا کر دیوارِ کعبہ تک لائیں۔ چنانچہ اس بلندی تک جب حجر اسود کو لایا گیا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھایا اور دیوارِ کعبہ میں اس کی جگہ پر نصب فرما دیا۔ اس طرح ہر سردار کو یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ حجر اسود کو نصب کرنے میں برابر کا شریک رہا۔ تمام قبائل کو یہ اطمینان ہو گیا کہ سب نے اس سعادت میں شرکت کی۔

اظہار نبوت کے بعد شعب ابی طالب میں تین سال مقاطعہ کے وقت جب قید و بند کی زندگی سے آپ کو دوچار ہونا پڑا۔ یہاں بھی آپ نے تمام صحابہ کی طرح ایک عام سی زندگی گذاری، اور وہاں آپ کے جانثار بھی کرب وتکلیف میں برابر رہے کہ خود سرکارِ دو عالم ﷺ کو کھانے پینے کی اس قدر تکلیف ہوئی جتنا کہ آپ کے جان نثاروں کو۔ وہاں تو چمڑے چبا چبا کر لوگوں نے دن گذارے تھے اور بھوک مٹائی تھی۔ یہ مقاطعہ ایسا تھا کہ تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ افسوس کہ تم بہت سے واقعات پر آنسو بہاتے ہو اور حقائق سے آنکھ چراتے ہو۔

غزوۂ خندق سے قبل حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر جب خندق کھودنے کا عمل شروع ہوا تو آپ نے خود بھی خندق کھودنے کا کام کیا۔ ایک صحابی نے بھوک کے سبب

Scanned by CamScanner

اپنے پیٹ پر بندھا ہوا ایک پتھر دکھایا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنا کرتا اٹھایا تو آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے تھے۔ یہ دلیل تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی بھوک ان سے مستزاد تھی کہ دو پتھر باندھنے کی نوبت آئی۔ اور مسجد قبا کی تعمیر کے وقت بنفس نفیس آپ، صحابۂ کرام کے ساتھ اینٹ و پتھر لا رہے ہیں اور سب کے ساتھ تعمیر میں حصہ لے کر سب کی ہمت بڑھا رہے ہیں۔ مساوات کی بے نظیر مثال یہ بھی ہے کہ جب مہاجرین و انصار کا بھائی چارہ ہو رہا ہے ہر انصاری ایک مہاجر کو اپنا بھائی بنا رہا تھا۔ اس وقت حضرت سلمانؓ فارسی باقی رہ گئے تھے۔ تب سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں اپنا بھائی بنا لیا۔ یاد کیجیے فتح مکہ کے وقت مفتوحین کو سخت خطرہ تھا کہ آج محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھ گن گن کر بدلہ لیں گے اور دنیا کا دستور بھی یہی ہے کہ فاتحانہ شان سے داخل ہونے والے اپنے ہوش کھو بیٹھتے ہیں اور عدل کی حدود کو عبور کر کے ظلم کرنے سے باز نہیں آتے۔ لیکن رحمت عالم ﷺ دنیا کے بادشاہ نہ تھے بلکہ ساری دنیا کی بادشاہت آپ کے خاکِ پا کی عنایت ہے۔ اس لیے وہاں بھی عام معافی اور حسن سلوک اور مساوات کا مظاہرہ اس اعلان سے کیا کہ آج سب کو عام معافی ہے۔ کالے سفید کپڑے کی پٹیوں کا جھنڈا[1] لہرایا گیا کہ آج کالے گورے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر اعلان ہوتا ہے کہ کعبہ میں امان، حرم میں امان، مکہ کی گلیوں میں امان، حتیٰ کہ دشمن جاں ابوسفیان کے گھر میں بھی امان۔

غرض نبی رحمت کی زندگی چاہے وہ محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے ہو یا محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے۔ مکی زندگی ہو یا مدنی زندگی، مسجد کا معاملہ ہو یا میدانِ کارزار کا، ہر جگہ مساوات۔ آج بھی مساجد میں جب صف بندی ہوتی ہے، بادشاہ و فقیر، امیر غریب، کالے گورے، طویل و قصیر کا کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ "ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز" کا منظر ہوتا ہے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم مساوات ہی کا اثر ہے۔ محراب و منبر سے معطر کلمات کی خوشبو ہو یا جہاد و سرایا کی حق ہُو ہو، ہر جگہ عدل و مساوات کی شاہکاری ہے۔ اس پر آپ کی سادہ زندگی۔

---

(۱) جمعیۃ علماء کا یہی جھنڈا ہے۔ پہلے اس پر عدل لکھا رہتا تھا اب نہیں لکھا جاتا۔

گھر کی گرہستی، کاٹھ کا پیالہ، کمبل کہنہ شہ کا دوشالہ
نانِ جویں پر ہیں خوش و خرم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک بار مالِ غنیمت میں لونڈی غلام آئے۔ مجاہدین میں تقسیم کر دیئے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایما پر شافع محشر خلق کے سرور کی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہرہؓ آئیں۔ چکی کی مشقت سے ہاتھوں کے گھٹے دکھا کر کسی لونڈی، غلام کی تمنائی ہوئیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے معذرت سے فرمایا کہ مجاہدین کا حصہ تھا۔ اب کوئی بچا نہیں۔ پھر سبحان اللہ والحمدللہ اور اللہ اکبر کا وظیفہ بتایا کہ رات کو سوتے وقت پڑھ لیا کرو ساری تھکاوٹ دور ہو جائے گی۔ لونڈی غلام کی حاجت نہ رہے گی۔

یہی نہیں ساری امت کو جو پیغام دیا اس میں پہلے اپنوں کو ہدایت کی طرف بلایا اور شرک سے ڈرایا۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ سے کہا کہ اعملی یا فاطمہ بنت النبی، اعملی اعملی، عمل کرو، فاطمہ عمل کرو۔ کیوں کہ خدا کے یہاں تمہارا عمل ہی کام آنے والا ہے۔ آخر اَحد و دقصاص کے سلسلہ میں مساوات کا ایک نمونہ جو قوتِ نافذہ کا شاہکار ہے کہ مشہور قبیلہ بنی حزم کی خاتون فاطمہ بنت قیس نے چوری کی، ہاتھ کاٹنے کی سزا کا اعلان ہوا۔ لوگ سفارش لے کر آئے کہ یہ ایک خاتون کا معاملہ ہے، پھر بنت قیس کی عزت کا سوال ہے اور مزید بنو حزم کے وقار کا مسئلہ ہے۔ نبیٔ عادل نے فرمایا کہ اسلام کا قانون سب کے لئے ایک ہے۔ یہ تو فاطمہ بنت قیس ہے، اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی ہوتی تو اس کے ہاتھ کاٹ لیے جاتے۔

وہ عادل جس کی میزانِ عدالت میں برابر ہے
غبارِ مسکنت ہو یا وقارِ تاجِ سلطانی

اور اس شرف کو پانے کے لئے وفا کی ضرورت ہے۔ اہل وفا کے لئے مژدہ ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

۱۸/ مارچ ۱۹۸۹ء

Scanned by CamScanner

مساوات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہٖ الذین اصطفیٰ. اما بعد.
فاعوذباللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم و
انک لَعَلیٰ خُلُقٍ عظیم

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت سرکار دو عالم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی وصف کا ذکر طبیعت کو مسرور اور دل کو معمور کرتا ہے۔ جس طرح آپ کی ذاتِ اقدس میں رب العزت نے تمام کمالات کو بدرجہ اکمل اور تمام محاسن کو بدرجہ اتم جمع کر دیا تھا، اسی طرح ان اوصاف حمیدہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ جز بھی اپنے عروج و کمال کو پہنچا ہوا تھا جن کی مثالیں آپ کے بچپن سے چالیس سال کی عمر تک قریش کے سامنے آئیں۔ ظہورِ نبوت کے پہلے پہلے تک آپ صرف اپنے خلق عظیم کے سبب ہر دلعزیز تھے۔ وقتاً فوقتاً آپ کے عادلانہ فیصلے اور منصفانہ رویے اور مساویانہ برتاؤ نے آپ کو مرکز نگاہ و دل بنالیا تھا۔ آپ صادق و امین کے لقب سے مشہور ہو چکے تھے اور یہ دونوں صفتیں آپ کے اخلاقِ عظیمانہ کی عکاس تھیں۔ اور انہیں میں کی ایک شق، عدل و مساوات بھی ہے۔ جس کا مظاہرہ وقت و حالات کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ یاد کیجیے، خانہ کعبہ کی تجدید و مرمت کے وقت حجر اسود نصب کرنے کا معاملہ، مکہ کے تمام

Scanned by CamScanner

قبائل اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے اختلاف کا شکار ہو گئے تھے۔ ہر قبیلہ کا منشاء یہ تھا اس کا سردار حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرے تا کہ اسی قبیلہ کو یہ شرف و مجد حاصل رہے۔ اختلاف میں شدت پیدا ہوئی، باہم دست و گریباں ہونے کی نوبت آ گئی۔ اس سے پہلے کہ تلوار نکلے، یہ طے ہوا کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے گا، وہی اس مسئلہ کو حل کرے گا۔ وہی اس معاملہ میں ثالث ہوگا۔ دوسری صبح آنے والوں نے دیکھا اور خوش ہو کر پکار اٹھے یہ تو محمد بن عبداللہ ہیں۔ یہ تو صادق و امین ہیں ان کا ہر فیصلہ ہمیں منظور ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک چادر بچھا کر حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس پر رکھ کر تمام قبائل کے سرداروں سے کہا کہ چادر کو چاروں طرف سے پکڑ کر حجر اسود کے مقام نصب تک لے کر چلیں۔ جب لوگ دیوارِ کعبہ میں مقامِ نصب تک پہنچے۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر [1] کو اس کی جگہ پر نصب فرما دیا۔ آپ کے اس فیصلہ میں مساوات کی اقصائے حد تک تکمیل ہے کہ تمام قبائل چاہے وہ چھوٹے تھے یا بڑے تھے، کسی بھی درجہ کے تھے، اس سعادت میں برابر کے شریک ہو گئے اور آپ کے اس مساواتی فیصلہ کے سبب قریش کا ایک بڑا جھگڑا ختم ہو گیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں فرمایا۔ انک لَعَلیٰ خلقٍ عظیم۔ یعنی بیشک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔ لفظ عظیم کا اطلاق عموماً اس وقت ہوتا ہے جب کسی شئے کی بڑائی اور عظمت کا بیان مقصود ہو اور اس کی عظمت عقل انسانی سے ماوراء ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ایک صفت عظیم ہے۔ اور قرآن مجید میں رب العزت نے خود کو عظیم، قرآن کو عظیم اور عرش کو عظیم فرمایا ہے۔ اسی طرح آپ کو خلق عظیم پر فائز قرار دیا۔ یعنی آپ ایسے اخلاق پر فائز ہیں جو عظیم ہے۔ اس کی بڑائی عقل انسانی کو حیران و ششدر کر دیتی ہے۔ اور تصورات و خیال و ذہن کی رسائی سے ماوریٰ ہے۔ اسی خلق عظیم کی فروع میں عدل و انصاف کے ضمن میں مساوات ہے جو سیرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کا ایک ممتاز وصف ہے۔

(۱) سعودی عربیہ میں بعض کو میں نے حجر اسود کو حجر اسعد بھی کہتے سنا ہے۔ غالباً یہ احتراماً ہے۔

Scanned by CamScanner

حدود و قصاص جاری کرنے میں مساوات کی بہتیری مثالیں ہیں۔ آپ یاد کیجیے واقعہ فاطمہ بنت قیس کی چوری کا۔ کہ جب دربارِ رسالت مآب میں چوری کا جرم ان پر ثابت ہوگیا تو سرکار دو عالم ﷺ نے فاطمہ بنت قیس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ فاطمہ چونکہ معزز قبیلہ کی خاتون تھیں اس لیے ان کے لئے سفارشیں آنا شروع ہوگئیں، لوگوں نے ان کے قبیلے کی ناموری، ان کی خاندانی وجاہت اور ان کی نسوانیت کا واسطہ دے کر سزا سے بری کرنے کی سفارش کی۔ حضرت سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ تو فاطمہ بنت قیس ہے، اگر فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے۔ اللہ اکبر! آپ کے اخلاقِ کریمانہ اور معاملات حسنہ کی بے شمار مثالیں کتب سیرت و تاریخ میں جواہرات کی طرح مرصع ہیں۔ آپ کی سیرت طیبہ میں مکارمِ اخلاق اور آپ کی حکیمانہ تعلیم میں خلق حسن کی تاکید ہے۔ اور مساوات اس کا ادنیٰ باب ہے۔ مساوات کو سمجھنے کے لئے یہ مثال ضروری ہے کہ آپ کے ساتھ کسی نے ایک پیسہ کی بھلائی کی تو آپ کا فرض ہے کہ ایک پیسہ کے برابر آپ بھی اس کے ساتھ سلوک کریں، تو کہا جائے گا کہ خلق حسن کا برتاؤ کیا" بڑے اچھے اخلاق کا آدمی ہے"، " بدلہ برابر کردیا۔" اس کے برخلاف آپ نے کسی کو تھپڑ کے بجائے مکہ مار دیا تو بداخلاقی کا الزام عائد ہوگا۔ کیوں تھپڑ کے بدلے تھپڑ ہی مساوات کا متقاضی تھا کیوں کہ مساوات کے یہی معنی ہے کہ نیکی اور برائی کے اندر برابر برابر کا تبادلہ ہو۔ اسی کو خلق حسن بھی کہتے ہیں اور اس سے بڑھ کر خلق کریم یہ ہے کہ بدلہ نہ لیا جائے، بلکہ معاف کردیا جائے اور سب سے اعلیٰ و افضل خلق عظیم یہ ہے کہ آپ کے ساتھ کسی نے برائی کی تو جواب میں نہ یہ کہ آپ نے بدلہ نہ لیا، بلکہ معاف بھی کردیا اور برائی کرنے والے کے ساتھ احسان بھی کردیا۔ یہی خلق عظیم تھا جو حضرت سرکار دو عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس میں موجود ہے۔ آپ فتح مکہ کا واقعہ یاد کریں۔ دشمن پر پورا قابو ہے مکہ زیر نگیں ہے، کعبہ پر مساوات کا جھنڈا ہے جو کالی سفید دھاریوں سے بنایا گیا ہے۔ یہ سفید اور کالی پٹیوں کا جھنڈا اس بات کی علامت ہے کہ آج

Scanned by CamScanner

کے دن سے کالے گورے میں کوئی فرق نہیں، آج عدل وانصاف ومساوات کے علاوہ خلق عظیم کا زبردست مظاہرہ، سب کو معاف کیا، سب کی جان بخشی کی، اعلان عام ہوا کہ خانۂ کعبہ میں جو آئے اس کو امان، مسجد حرام میں جو آئے اس کو امان، مکہ کے کوچہ و بازار میں جو گھومے اس کو امان، حتی کے دشمن جان ابوسفیان کے گھر میں جو پناہ لے اس کو بھی امان۔ اسلام کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔ نظام اسلام میں معاملات وحقوق، حدود وقصاص اور احکام میں سب برابر ہیں۔ باجماعت نماز کی مثال لیجیے کہ کسی صف میں کوئی بھی داخل و شامل ہوجاتا ہے۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔ کسی کے لئے کوئی مخصوص جگہ نہیں ہے۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز، نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز۔ بس اللہ کے یہاں بزرگی و برتری اس کی ہے جو متقی و پرہیزگار ہے۔ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم۔ کسی عربی کو عجمی پر کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ کیوں کہ معیار فضیلت اور شرف و مجد عنداللہ صرف تقویٰ ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس میں سارے محاسن، اور سارے مراتب سارے مناقب موجود اور آپ محبوبِ خدا ہونے کے باوجود قائم اللیل و صائم النہار ہیں۔ راتوں کو نماز پڑھتے ہیں طوالت قیام و سجود سے پاؤں میں ورم ہوجاتا ہے۔ اور کئی کئی دن مسلسل روزوں پر روزے رکھتے ہیں۔ صحابۂ کرام کے سوال پر کہ یا رسول اللہ ﷺ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے باوجود یہ مشقت آپ کیوں برداشت کرتے ہیں؟ تو فرمایا اَفَلَا اَکُوْنَ عَبداً شَکوراً کیا میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ معلوم ہوا کہ عبدیت کامل میں انسانیت کی بھلائی کے لئے مساوات اور عدل و انصاف مکمل طور پر موجود ہو جو سب کے سب جذبہ خلق عظیم کے تحت ہیں اور اس خلق عظیم نے سارے عالم پر اثر ڈالا کہ دشمن دوست بن گئے، پرائے اپنے ہو گئے، ظالم عادل بن گئے، شقی القلب رحم دل بن گئے، جاہل علم کی دولت سے مالا مال ہو گئے، آپس میں لڑنے جھگڑنے والے فاتح اقوام وملل بن گئے۔

حضرت سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق اس کا اندازہ

Scanned by CamScanner

اس بات سے لگائیے کہ آپ کے صحابہ میں تابعین میں خلفاء اسلام میں مکارم اخلاق کے سبب عدل وانصاف اور مساوات کا بول بالا تھا۔ اس مساوات نے اس حد تک امن وامان قائم کیا جو نہ صرف انسانوں تک محدود رہا بلکہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ مساوات مصطفیٰ کے بیان سے آپ کو مطالعۂ سیرت کی دعوت دیتا ہوں تاکہ عدل ومساوات بھائی چارہ اور محبت کا بول بالا ہو کیوں کہ اس سے یکجہتی قائم ہوسکتی ہے۔

وہ عادل جس کی میزانِ عدالت میں برابر ہے
غبارِ مسکنت ہو یا وقار تاجِ سلطانی

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۳/ اکتوبر ۱۹۹۰ء

ایک نعتیہ شعر

سامعین کرام! کسی شاعر کا نعتیہ شعر ہے

سارے عالم کو جزیرہ ٹھہراؤں ایک انساں کو سمندر لکھوں

اس شعر کا مصرعہ ثانیہ اس وقت موضوع تکلم ہے۔

حضرت سرکار دو عالم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی شان اقدس میں نعت کہنا فخر کی بات ہے۔ آپ کے زمانہ میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے بہت سے نعتیہ اشعار کہے اور سرکار دو عالم ﷺ نے ان کو ممبر پر بٹھا کر اشعار سنے اور اصلاح بھی فرمایا۔ اس کے بعد ہی سے یہ سلسلہ چلا کہ ہر نعت گو شاعر یا بزرگ وصوفی نے اپنی استعداد کے مطابق نذرانہ عقیدت بارگاہِ رسالت پیش کیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ جس نے جو کچھ کہا اپنی ایمانی قوتوں اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کے بقدر ہی کہا۔ بھلا انسان کے بس میں کہاں کہ وہ آپ کی شان میں کما حقہٗ اپنے کلام سے ان کا مرتبہ بتا سکے اور نذرانۂ عقیدت پیش کر سکے۔ ہاں ہر نعت کے بعد یہی تمنا ان سب کی رہی کہ اس سے بہتر، اس سے اچھا نذرانۂ عقیدت پیش کر سکوں، کیوں کہ وہ ذاتِ اقدس جس کے طفیل میں یہ عالم کون ومکاں پیدا ہوا اور جن کا مرتبہ یہ ہو کہ

ہر ابتدا سے پہلے اور ہر انتہا کے بعد محمد ہیں سب سے اعلیٰ مگر خدا کے بعد

اور

وہ امی لقب تھے مگر سب سے اعلم دو عالم سے بالا خدا سے فقط کم

Scanned by CamScanner

ان کی شان و منقبت بھلا کیا بیان کی جا سکتی ہے۔ الفاظ و معانی گم ہو جاتے ہیں جب آپ کے مرتبہ پر نظر جاتی ہے۔

آپ کی وہ زندگی جو محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے ہے اور وہ حیاتِ طیبہ جو محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے اس کو اپنے علم کے لحاظ سے بیان کرنا ثواب ہے اور آپ پر درود پڑھنے کی تاکید قرآن میں ہے۔ **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ان اللہ و ملائکتہٗ یصلّون علی النبی یا ایھا الذین آمنو صلوا علیہ وسلمو تسلیماً** (سورۂ احزاب ۳۳، آیت ۵۶)۔ درود سلام، نعت و منقبت غرض ہر ایک پیش کرنے والے کے لئے اجر و ثواب ہے۔

چنانچہ سارے عالم کی وسعتوں کو شاعر ایک جزیرے سے اور آپ کی ذات کو ایک سمندر سے تشبیہ دے کر نذرانۂ عقیدت پیش کر رہا ہے۔ عالم کی وسعت اس کی تفصیل بظاہر یہ زمین و آسمان۔ آسمانوں کے ستارے سیارے، ابراج، سورج و چاند، قوس قزح، شفق، صبح صادق اور غلس نسیم سحری کے جھونکے، بادل کی چال، برق و رعد، ابر باراں، موسلا دھار بارش، مردہ کھیتوں کی سیرابی، زمین پر لہلہاتے کھیت، سبز باغ، حسین چمن، معطر پھول، ان کی رنگت و نزاکت، ہر گل کا ایک انداز اور بانکپن، کھیتوں میں انواع و اقسام کے اناج و سبزیاں، باغات میں ہمہ اقسام پھل اور پھول اور یہ دریا یہ سمندر اور سمندری مخلوق مچھلی سے موتی تک پھر اس کا بہاؤ اس کا ٹھہراؤ، اس کی موجیں جو پہاڑوں کی طرح اٹھتی ہیں، پھر طوفان، کشتیوں کا چلنا، انسانی تگ و دو اور پھر شہروں کی چہل پہل، دوکانوں مکانوں کا جال، کارخانوں کی گھما گھمی، آدمیوں کی بہتات، سواریوں کی انواع، مراکب کا تنوع، جملہ حیوانات اور حیوانِ ناطق پھر اس کی چابک دستیاں۔ حضرت انسان کا علم و فن، استعمال فکر و ذہن، وہ جہد مسلسل اس کی صناعیاں، ایجادات، اختراعات یہ پہاڑوں جیسے بحری جہاز، یہ خیالی عقاب جیسے طیارے سے سفر، بُعدِ منازل کی قربت، پھر جنگل میں منگل، حیوانات کا انبوہ، چوپائے، مفید جانوروں و موذی وحوش کا وجود، پرندوں کی اقسام، ان کے پروں کے رنگ و روپ میں تنوع۔ اسی طرح دریا میں مچھلیوں کی اقسام رنگوں کی

Scanned by CamScanner

آمیزش غرض کیا کیا گناؤں اس عالم میں سبھی چیزیں آگئی ہیں۔مخلوقات میں اشرف ترین و اعلیٰ ترین اور احسن تقویم حضرت انسان اور اس کے علم کی برکتیں، قوتیں، طاقتیں، صلاحتیں، علماء (ف ح ول) فحول واعیان، ہیئت داں، علم النجوم کے ماہر، علم الادیان اور علم الابدان کے دلدادہ غرض سبھی اس عالم میں موجود، یہ سب بس ایک جزیرہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ذاتِ سرکارِ دو عالم ﷺ کی بڑائی وعظمت کو ایک سمندر کی وسعت سے تشبیہ دے کر شاعر نے نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے جس کو اللہ قبول کرے۔

اگر چہ سمندر کہنے سے حَصر پیدا ہو گیا جو سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات والا صفات کے لئے کوئی خاص تعریف نہ ہوئی لیکن شاعر کی نیت آپ کی مدحت ہے اور اس مدحت کو وسعت سمندر سے تعبیر کرتا ہے اور سارے عالم کو جزیرہ کہہ کر تقابل کرتا ہے کہ جس طرح سمندر کے سامنے جزیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح محسن انسانیت حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے مرتبہ کی وسعت اور ان کی ذاتِ رحمت کے بحر ذخار کے سامنے اس عالم کی حقیقت ایک جزیرہ سے زیادہ نہیں۔

دراصل یہ عالم آپ کے طفیل میں پیدا کیا گیا کہ آپ محبوبِ رب العالمین ہیں۔آپ رحمۃ للعالمین ہیں، آپ رہتی دنیا کے لئے کتابِ ہدایت لے کر مبعوث ہوئے اور وہ کتابِ ہدایت ھدی للعالمین ہے۔

آپ کی تعریف وتوصیف کیا بیان ہو سکتی ہے جب کہ حضرت عمرؓ کی تعریف وتوصیف بیان کرنے کے لئے عمر نوح درکا ہے۔اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایک رات کی نیکی جب وہ بارِ امانت ونبوت کو کندھے پر لئے ہوئے بوقت ہجرت غارِ ثور کی طرف پنجوں کے بل بڑھے جا رہے تھے تاکہ آپ کے نشانِ قدم نہ پڑیں اور دشمن سے محفوظ رہیں اور اس ایک رات کی نیکی حضرت عمرؓ کی زندگی بھر کی نیکی کے برابر ہے۔

حضرت سرکارِ دو عالم ﷺ کو خراج عقیدت پیش کرنا دراصل ایمان کامل اور حُبّ نبی کی علامت ہے کہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی جن وانس کی رہنمائی تھی اور تخلیق جن وانس کا مقصد عبادتِ الٰہی ہے۔بارگاہِ رسالت میں بعض شعراء نے برتر کی مثال کمتر کے ذکر سے

Scanned by CamScanner

نہیں دی بلکہ یوں سمجھایا کہ

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں   وہ آدمی ہیں مگر دیکھنے کی تاب نہیں

کسی اور شاعر نے کہا کہ

رُخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا کوئی آئے نہ   نہ تصور جمال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

متنبی نے سیف الدولہ کی شان میں کہا تھا

مضت الدھور وما اَتَینَ بمثلہٖ   و لقد اتیٰ فعجزن عن نظرائہٖ

زمانہ گذر گئے، ایسا کسی کو نہ لا سکا، اور جب آ گیا تو زمانہ اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ یہ شعر صرف حضرت سرکار دو عالم ﷺ کے لئے ہوسکتا ہے کسی اور کے لئے نہیں۔

آخراً عرض ہے کہ سب سے بہتر نذرانۂ عقیدت بہ بارگاہِ رسالت درود شریف ہے۔ جس کا بڑا اجر ہے، ثواب ہے۔ نبی رحمت نے فرمایا کہ کجاوے کسے نہیں جائیں گے یعنی رخت سفر باندھا نہیں جائے گا۔ مگر تین مساجد کے لئے، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے لئے یعنی وہ مسجد جہاں سرکارِ دو عالم ﷺ آرام فرما ہیں۔ یہاں سے جو درود و سلام بھیجا جاتا ہے فرشتے ادب سے بارگاہِ رسالت میں پیش کرتے ہیں وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو وہاں جا کر ادب سے صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہیں وہ شہر منور جسے مدینہ منورہ کہا جاتا ہے وہ بلاؤں کا شہر تھا، آپ کی برکت سے پاک ہو گیا۔ آپ کے پھیلائے ہوئے نورِ ہدایت سے یہ دنیا منور ہو گئی ان کے در کا یہ اعجاز تھا کہ

ہے جبرئیل در کا غلام اللہ اللہ   نبوت کا یہ اہتمام اللہ اللہ

ان کی عظمت کا کیا کہنا، ان کے اصحاب کی رفعت کا کیا کہنا، روضۂ اطہر کو دیکھ کر کتنے اصحاب دل اپنی جان کا سودا کر بیٹھے اور نسیم بہار کی قسمت کو دیکھئے

بوسہ جو لے لیا ہے نبی کے مزار کا   ہے عرش پہ دماغ نسیم بہار کا

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۰ر ستمبر ۱۹۹۲ء

Scanned by CamScanner

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

خدا کا شکر ہے کہ ہم ہندوستان جیسے عظیم الشان ملک کے رہنے والے ہیں اور اس کی آزاد فضا میں سانس لیتے ہیں اس ملک کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں مختلف الخیال، مختلف العقیدہ، مختلف النوع اور مختلف الاقسام لوگ اپنے مخصوص نظریات کے ساتھ رہتے ہیں۔ مختلف برادری اور ذات کے لوگ رہتے ہیں جو اپنے عقیدوں اور قدروں کے علم بردار ہیں۔ اس کے باوجود ہندوستان کے عوام کی قومیت ایک ہے، سب ایک قوم ہیں اور یہ بنیادی طور سے ہندوستانی ہیں۔

یہاں کے موسم، فصلوں، کھیتوں، کھلیانوں، دریاؤں، پہاڑوں، جھرنوں، آبشاروں، جنگلوں، آبادیوں، شہروں، دیہاتوں پر نظر ڈالئے تو ان سب میں بھی رنگا رنگی اور تنوع پایا جاتا ہے۔ یہ سبزہ زار، یہ وادیٔ گل و گلزار، یہ کوہ آبشاران کا حسن ہمارے ملک کو طبعیاتی و جغرافیائی لحاظ سے، اور اس کے ہر خطۂ انھی کے باسیوں کی طبائع کو اتحاد کی ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ یہ سب مل کر ہمارا ملک ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں گلہائے رنگا رنگ ہیں۔ جوہی یاسمن کچنار وسوسن بیلا ونسترن، سورج مکھی اور گلاب، جو اپنی اپنی مخصوص خوشبو اور رنگ لیے گلدستہ کی زینت ہیں۔ بس یہی کچھ ہماری مختلف تہذیبوں، قدروں، طبقوں، طبیعتوں اور مزاجوں کا حال ہے کہ سب ایک ہوکر، یہ سب مل کر ہمارا عزیز وطن ہے جو ایک خوبصورت چمن ہے جس کو ہندوستان کہا جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

یہاں کرشن نے پیار کی بنسی بجائی، گوتم نے محبت کی جوت جگائی، مہاویر نے سچائی کا سبق دیا، چشتی نے انسانیت کا درس دیا، گاندھی نے اہنسا کا پرچار کیا، نہرو پیغامبر امن بن کر چمکے اور ابوالکلام آزاد یکجہتی کے لئے ہمیشہ بیقرار رہے۔ غرض وفا ومحبت، دھیان گیان، امن وآشتی حب الوطنی، ملک کی خدمت، لوگوں سے اچھا بیوہار، بڑوں کا احترام، چھوٹوں سے پیار، مظلوموں کی دادرسی، پریشان حالوں کی دلداری، اپنوں اور غریبوں سے حسنِ سلوک، محلّہ کے بڑے بوڑھوں کو ادب و احترام سے چچا بابا کہنا، ان کو سہارا دینا، ان کے کام آنا یہ سب باتیں ہمارے ملک کی خوبیوں میں داخل ہیں اور یہی مشترکہ پیار کی باتیں ہمارا ورثہ اور سرمایہ ہیں۔ یہ ہماری خوش بختی ہے اور ہمارے ملک کی سب سے بڑی خوبی بھی اور سب سے زیادہ نمایاں وصف بھی کہ ہم من حیث القوم ایک ہی قوم ہیں اور ہمیں اپنے ہندوستانی ہونے پر فخر ہے۔

"سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا"

قدرتی طور پر ہمہ اقسام نعمتوں سے ہمارا ملک بھرا ہوا ہے۔ ہم دنیا کے کئی ملکوں میں جا کر جو چیزیں حاصل کریں گے، وہ یہاں اکیلے اس ملک میں موجود ہیں۔ خواہ وہ لطف موسم ہو یا سیر دریا، رونق بازار ہو یا بوئے گلعذار یا ضرورتِ زندگی کی کوئی بھی چیز۔ غرض یہاں سب بمقدار وافر موجود ہیں۔ اس شاندار ملک میں جہاں شاندار لوگ رہتے ہیں، طبقاتی فرق سے ہر طرح کے طرحدار بھی ہیں۔ وہیں کچھ صاحبان نگاہِ غلط انداز بھی ہیں، جن کی بدنگاہی سے اس گلدستہ کے پھولوں پر کملاہٹ آجایا کرتی ہے۔ کچھ لوگ اس کی عظمت کے تاروپود بکھیرنے پر تلے ہوئے ہیں، کچھ لوگ اس مبارک وطن کو برباد کرنے کے درپے ہیں۔ کچھ لوگ اس پر آمادہ ہیں کہ کیسے اس حسین گلدستہ کو تباہ کردیں۔ کچھ لوگ مذہب کی آڑ لے کر، ایسی حرکتیں کرتے ہیں جن سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے، لوگوں کو رنج پہنچتا ہے، تکلیف ہوتی ہے، سینہ داغ داغ ہو جاتا ہے۔ احساس برتری اپنے لیے اور دوسروں کے لئے احساس کمتری، یہی بات فساد کی جڑ ہوتی ہے۔ پھر بغض عناد تمردد

Scanned by CamScanner

سرکشی عداوت و بیزاری کا دروازہ کھل جاتا ہے اور انسان اپنی سب سے اعلیٰ چیز عقل کو بالائے طاق رکھ کر جھگڑا فساد، ظلم وجور کی داستان دہرانے لگتا ہے۔ کچھ لوگ تو اپنی بری عادتوں اور خراب اخلاق سے دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور اسی کو کمال تصور کرتے ہیں۔ یہ سماج کے خراب عناصر ہیں بس ان کو ختم کرنا ہے۔

اچھے عناصر کی ہمت افزائی کرنا ہے، یہ سہل بھی ہے اور بہتر بھی کہ ہر ایک کو اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے اپنی تہذیب پر کاربند رہتے ہوئے ایک اچھی مثالی زندگی گذارنا ہے۔ دوسروں کو برا نہیں کہنا ہے، برا نہیں سمجھنا ہے کیوں کہ یہی برا کہنا اور برا سمجھنا سب سے بڑی برائی ہے۔ ہمیں تو نرم خو، نرم رو ہونا ہوگا۔ دوسروں کو اچھا کہنا ہوگا اور اچھا سمجھنا ہوگا۔ اسی سے اچھی فضا قائم ہوگی نفرت ختم، فساد معدوم، جھگڑے ناپید ہوں گے۔ یہ کام سمجھداری، ہمت، ضبط وتحمل کا ہے۔ پھر اس کے بعد ہی ہم ایک مضبوط قوم بن سکتے ہیں۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں چیلنج نہیں کرسکتی۔ ہم آندھیوں کا راستہ روک سکتے ہیں، طوفان کا رخ موڑ سکتے ہیں، بجلیوں پر مسکرا سکتے ہیں، بادل کی گرج پر قہقہہ لگا سکتے ہیں۔ غرض جب ہم ایک ہوں گے تو ہر استحصالی طاقت کا صحیح جواب دے کر باقی رہ سکتے ہیں۔ اور اتحاد و اتفاق کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جب یہ مسلّم ہے کہ مذہب خراب باتیں نہیں سکھاتا۔ تو ان کو سمجھانا ضروری ہے جو لوگ اپنی خواہشات کو مذہب کا نام دیتے ہیں، مذہبی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور عوام کو گمراہ کرتے ہیں، وہی ملک کو کمزور کرتے ہیں اور نفاق ڈالتے ہیں۔ ان کو اپنا رویہ بدلنا ہوگا کیوں ان کے اس عمل سے پوری قوم پر خراب اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بعض عناصر ملک کی ترقی میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں، فلیتہ میں آگ لگا کر کونے میں دبک جاتے ہیں، نتیجتاً سیدھے سادھے، غریب وسادہ، پرامن شہری، بچے بوڑھے کمزور، پردیسی برباد ہوتے ہیں۔ مسافر واجنبی تخریب کاری کا نشانہ بنتے ہیں جسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ پھر کیوں کوئی مذہب کی آڑ لے کر ایسی حرکتیں کرے یا اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ایسے تقاضہ کرے جس سے دل آزاری ہو، دشمنی کو بڑھاوا

Scanned by CamScanner

ملے، آپس میں عداوت و بیر ہو۔ یہ ملک ایک سیکولر ریاست ہے یہاں ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ہر مذہب کے لوگ اپنے مذہبی امور کو پورا کرتے ہیں۔ تہواروں کو مناتے ہیں، اپنے تمام رسم ورواج کو بخوبی انجام دیتے ہیں۔ پھر کسی کو کیا حق ہے کہ اپنے ذاتی مفاد یا بغض وعناد کی وجہ سے مذہب کے نام پر جھگڑا فساد کر کے ملک کو کمزور کرے۔

مذاہب عالم کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آچکی ہے کہ ہر مذہب سچائی، ایمانداری، محبت و پاک بازی، خدمت خلق اور وطن کے لئے جاں سپاری کا سبق دیتا ہے۔ اتحاد واتفاق کی نعمت سے مالا مال کرتا ہے۔ اس لیے شر فساد، دل آزاری، اذیت رسانی کی بات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے، محبت مروت، شرافت، صداقت، حب الوطنی اور انسانیت کا سبق دینا ہے۔ کیوں کہ یہی خلاصۂ زندگی ہے، یہی روحِ انسانیت ہے اور یہی تعلیم مذہب ہے۔ اس لیے ضروری یہ ہے کہ امن وآشتی کا بھولا ہوا سبق محبت ویکجہتی کا پچھلا درس یاد کریں۔ نعمتوں پر شکر، مصائب پر صبر، عقل و ہوش اور علم وبصیرت کی روشنی میں کرنا چاہیے یہی اوصافِ حمیدہ، مذہب کی تعلیم ہیں اور انسانیت کا حقیقی لباس ہیں۔

آج دنیا کی ترقی دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ چند برس پہلے جو باتیں ایک عام کیا، خاص آدمی بھی سوچ نہیں سکتا تھا، اب عوام کی معلومات ہی نہیں بلکہ ان کی دسترس میں ہیں۔ ریڈیو، ٹرانسسٹر، ٹیلی ویژن، ٹیلیفون وغیرہ کی ایجاد، پوری دنیا کی خبریں آناً فاناً گاؤں گاؤں، دیہات دیہات پہنچ جاتی ہیں۔ ایجادات [1] نے عقل کو حیران تو کیا ہی بُعد مسافت کو بھی ختم کر دیا۔ اب ماہ وسال کی مسافتیں گھنٹوں میں طے ہوتی ہیں۔ اب جدید ٹیکنالوجی کی طرف ہمارا سفر تیز تر ہو رہا ہے۔ ہمارا ملک اس میں دلچسپی ہی نہیں بلکہ محنت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے اور ہمارا ملک، ہمارے بلند ارادہ محبوب وزیر اعظم راجیو گاندھی کی قیادت میں ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ وہ جدید ٹیکنالوجی، خواہ زرعی ہو یا صنعتی، نباتاتی ہو یا طبعیاتی، تجارتی ہو یا تمدنی، تہذیبی ہو یا اخلاقی تعلیمی ہو یا تربیتی غرض ہر

(۱) اب تو موبائیل، انٹرنیٹ، الاسلکی کا نظام اپنے شباب پر ہے۔

شعبہ حیات میں اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ جب اس کے استعمال سے اچھائیاں بڑھیں گی تو برائیاں کم ہوں گی بہت سی خراب باتیں جو جہالت کی وجہ سے ذہنوں میں پنپتی ہیں معلومات کی وجہ سے وہ باتیں اچھا رخ اختیار کریں گی تو آنکھوں پر تعصب کی عینک کے بجائے مروت کا نور، دلوں میں کدورت کے بجائے محبت کا سرور، پھر عام لوگوں میں، عام زندگی میں اس کا ظہور ہوگا۔ تو غیر اپنے ہوجائیں گے، اختلافی مسائل کے بجائے ایک نقطہ اتفاق ہوگا۔ وہ اتحاد و یکجہتی، قومی ایکتا اور ایک قوم کا تصور ہوگا جس میں محبت ہی محبت ہوگی۔ اور جب محبت ہوگی تو دل کا سکون ہوگا۔ دل کے سکون سے جسم قوی ہوگا، کام کرنے کی لگن اور ترقی کا حوصلہ ہوگا۔ ملک کو آگے بڑھانے کی امنگ ہوگی اور اس مخلصانہ محبت سے وہ اچھے نتائج پیدا ہوں گے جو کسی بہتر سے بہتر ٹیکنالوجی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ہمیں یہ مذہب ہی سے معلوم ہوا کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے اور کوئی بھی مذہب سوائے اچھائی کے برائی نہیں سکھاتا اور یہی مقصد حیات ہے۔ یہی مقصد زندگی ہے۔ بس ہمیں اچھی باتوں پر عمل کرنا ہے اور اچھائی کے لئے ہر ممکن جدوجہد کرنا ہے۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

۳۰ر ستمبر ۱۹۸۵ء

Scanned by CamScanner

ماہِ صیام کی برکتیں

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہِ الذین اصطفیٰ. اما بعد.

مبارک ہوں یہ ساعتیں، مبارک ہوں یہ دن اور راتیں، خوش نصیب ہیں وہ افراد جن کو یہ ماہِ مبارک حاصل ہوا۔ جس کو ماہِ صیام کہا جاتا ہے۔ قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جن کو ماہِ رمضان کی سعادتیں میسر ہوئیں۔ کیوں کہ جن لوگوں نے رضاءِ الٰہی کے لئے روزہ رکھا، گویا اس مہینہ کی انہوں نے آبرو رکھی۔ دن میں صیام، اور رات میں قیام، گرمی کی شدت، روزہ دار کی پیاس، یہ بندگی اور رحمت کی آس، انعامِ الٰہی کا دروازہ کھول دیتی ہیں۔ بندۂ مومن کو اجر و ثواب سے مالا مال کرتی ہیں۔ صوم کے معنی رک جانے کے ہیں چونکہ ایک مومن روزہ میں کھانے پینے اور بشری تقاضوں سے اپنے آپ کو روک لیتا ہے۔ اس لیے اس ماہ کو ماہِ صیام کہا گیا اور اس مبارک ماہ کی برکت سے گناہ جلا دیئے جاتے ہیں اس لیے اس کو رمضان کہا گیا۔ رمضان، رمض سے مشتق ہے جلانے کے معنی میں، گناہ جل جاتے ہیں کیوں کہ روزہ دار کی ہر سانس عبادت میں مشغول ہوتی ہے۔

رمضان کے ہر حرف میں بلیغ اشارہ ہے۔ "ر" سے رضاءِ الٰہی، "م" سے محبت الٰہی، "ض" سے ضمانت الٰہی، "الف" سے الفت الٰہی، "ن" سے نورِ الٰہی کی جلوہ سامانی ہے۔ جب رضاء و محبت، ضمانت و الفت اور نورِ حق کا جامع یہ نام ہے تو اس کے کام میں کس قدر سعادت، برکت اور حرمت و عزت اور نورانیت ہوگی۔ اللہ اللہ روزہ دار کے منہ کی مہک

Scanned by CamScanner

عنداللہ مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ سحری کھانے اور افطار کرانے پر ثواب، یہ غمخواری کا مہینہ ہے۔ اس کی برکتیں بے شمار ہیں یہاں تزکیۂ نفس اور بالیدگیٔ روح کا سامان ہے اس کی سب سے بڑی برکت نزولِ قرآن ہے۔ شَهَرُ رمضان الذی اُنزِل فیه القرآن. اسی ماہ کی ایک شب میں رب العزت نے لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر قرآن مجید کا نزول فرمایا اسے بیت العزت میں رکھا پھر وہاں سے حضرتُ جبرئیل ۲۳ سال تک تھوڑا تھوڑا آنحضرت ﷺ کے پاس وحی ربانی کی شکل میں اس کو لاتے رہے۔ دوسری بڑی برکت خود یہ شب قدر ہے جس میں قرآنِ کریم نازل ہوا۔ انا انزلناه فی لیلة القدر وما ادراک مالیلة القدر لیلة القدر خیر من الف شهر. یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے جس میں ہم نے قرآن کو نازل کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اِس ایک رات کی عبادت، ایک ہزار مہینوں یعنی تراسی سال ۴ ماہ کی لگاتار عبادت کے برابر ہے۔ ملائکہ مقربین اور خود حضرت جبرئیل سلام لے کر آتے ہیں، روحانیت کا پھیلاؤ ہوتا ہے، فرشتوں اور عبادت گذار بندوں کے انوارِ باہم کا سایہ ایک دوسرے پر پڑتا ہے، فرشتے پاس آتے ہیں، شیاطین دور بھاگتے ہیں۔ اس ماہِ مبارک کا پہلا عشرہ رحمت ہے، دوسرا عشرہ مغفرت ہے، تیسرا عشرہ عِتقٌ من النّار یعنی جہنم سے نجات کا عشرہ ہے اور اسی آخری عشرہ میں لیلۃ القدر ہے۔

پہلے عشرے سے رحمت کی ابتدا یوں ہے کہ صالحین و ابرار اتقیا زھّادو عُبّاد پر شروع سے ہی رحمت ہوتی ہے۔ پھر عام لوگ جب دس روزے رکھ لیتے ہیں تو ان کی مغفرت شروع ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ گناہ گار باقی رہتے ہیں جو مستحق جہنم تھے تو ان کو آخری عشرہ میں جہنم سے چھٹکارا ملتا ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں بحالت روزہ رمضان میں صیام و قیام سے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ امت کا کوئی فرد ایک نیکی کرے تو اس کے بدلے میں دس سے سات سونیکیاں تک اس کے لئے بڑھادی جاتی ہیں۔ روزہ کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے

Scanned by CamScanner

ہیں کہ یہ چونکہ میرے لیے ہے اس لیے میں اپنی شان اور عظمت کے برابر اجر دیتا ہوں۔ روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں ایک افطار کی دوسری اللہ کے دیدار کی۔

اب الحمدللہ دو عشرے مکمل ہورہے ہیں تیسرے عشرے کی آمد آمد ہے جس میں شب قدر ہے۔ سورۂ قدر میں ھِیَ کا لفظ ابتداءِ سورہ سے ستائیسواں لفظ ہے۔ اس لیے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں لیلتہ القدر کا ہونا قرین یقین ہے۔ ورنہ یہ شب آخری عشرہ کی طاق راتوں میں پوشیدہ ہے کہ اس کی تلاش میں بندۂ مومن کئی راتیں جاگ کر کچھ زیادہ عبادتوں میں گذارے گا۔ بس رمضان کی اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں شب میں اس کی جستجو کرنی چاہیے۔ اپنی عبادت سے، شب قدر کی عزت و حرمت کا حق ادا کرنا ہے اور اپنی آہوں سے کائنات کے ذرہ ذرہ کو گرما دینا ہے۔ پورے مہینہ صیام و قیام سے اس ماہِ مقدس کی آبرو رکھنی ہے۔ معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے اس کی قدر کرو یا ناقدری۔ قدر کرنے والوں کے لئے جزاءِ بے مثال، ناقدری کرنے والوں کے لئے سزائے دردناک ہے۔ **یا ایھا الذین آمنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون**. اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ معلوم ہوا کہ مقصود پرہیز گاری ہے جو تقرب الٰہی کا سبب ہے۔ تمہیں ایک وسیع رحمت، ایک عظیم برکت حاصل ہوگی اگر تم اس کے لیل و نہار کو صیام و قیام سے مزین کروگے۔ تمہاری حیوانیت اور بہیمت میں کمی ہوگی، ملکوتیت اور روحانیت میں اضافہ ہوگا۔

ایک طویل حدیث جو بن (۱) عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سرکار دو عالم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ رمضان کے لئے جنت کو خوشبوؤں سے دھونی دی جاتی ہے۔ پورے سال تک سجایا جاتا ہے۔ اس کی پہلی شب میں عرش کے نیچے سے مُثیرہ نامی ہوا چلتی ہے جس کے جھونکوں سے جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے

---

(۱) بن لکھا جائے گا ابن پڑھا جائے گا۔ عربی زبان میں تو بن ہی لکھا جاتا ہے اور یہی بولا جاتا ہے اور عام گفتگو میں یا بن فلان سے مخاطب کیا جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

بجنے لگتے ہیں۔ جن سے ایسی دل آویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ اس سے پہلے ایسی آواز کسی کان نے نہیں سنی۔ آج حوریں رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے؟ وہ لبیک کہتے ہوئے جواب دیتا ہے یہ رمضان کی پہلی رات ہے۔ حق تعالیٰ داروغہ جنت کو ابواب جنت کھول دینے اور داروغہ جہنم کو ابواب جہنم بند کردینے کا حکم فرماتے ہیں۔ حضرت جبرئیل کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ، شیاطین کو قید کرو تا کہ وہ میرے محبوب کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔ رمضان کی ہر شب میں ایک منادی اللہ کی طرف سے تین بار ندا دیتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کروں، ہے کوئی مغفرت کا طلبگار کہ اس کو بخش دوں، ہے کوئی جو ایسے غنی کو قرض دے جو نادار نہیں، جو پورا پورا ادا کرنے والا ہے، ذرا بھی کمی نہیں کرنے والا ہے۔ ماہِ صیام میں روزانہ بوقت افطار دس لاکھ جہنمی آزاد کیے جاتے ہیں۔ اور آخری روزہ کو بقدر پورے ماہِ رمضان جہنمیوں کو آزادی ملتی ہے۔

شب قدر میں جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت لے کر سبز جھنڈا ہاتھ میں لیے زمین پر اترتے ہیں اس کو کعبہ پر نصب کرتے ہیں۔ پھر فرشتوں سے تقاضہ کرتے ہیں کہ جو مسلمان قیام وقعود کی حالت میں ہوں، نماز وذکر میں مشغول ہوں، ان سے سلام ومصافحہ کریں، ان کی دعاؤں پر آمین کہیں۔ صبح تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو کوچ کرنے کے لئے آواز دیتے ہیں تو فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کے مومنین کی حاجتوں کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی سوائے چار شخصوں کے سب کو معاف کردیا۔ شراب کا عادی، والدین کا نافرمان، قطع رحمی کرنے والا، رشتہ ناطہ توڑنے والا، اور کینہ پرور اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا۔ بس یہ لمحہ فکریہ ہے ایسے لوگوں کے لئے خصوصاً نئی پود اور نسل کے لئے جن کو یہ قدریں معلوم نہیں ہیں۔ جو حقوق والدین واعزہ کو نہیں جانتیں، باپ بیٹے بھائی بہن ماں بیٹی بھائی بھائی اور اعزہ واقرباء میں دشمنی، کینہ، حسد اور قطع رحمی کی وبا موجود ہے۔

Scanned by CamScanner

ایسے لوگ ماہِ رمضان میں بھی اللہ کی رحمتوں سے محروم رہتے ہیں۔

پھر عید الفطر کی رات جس کو آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ، انعام کی رات کہا جاتا ہے، اس میں اور صبح عید کو حق تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں کہ وہ راستوں اور گلیوں کے سرے پر کھڑے ہو کر ایسی آواز میں جس کو انسانوں اور جناتوں کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے، کہیں کہ اے امت محمد ﷺ، ربِ کریم کی طرف چلو جو بہت دینے والا ہے، قصور معاف کرنے والا ہے۔ پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف چلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے مالک، اس کا بدلہ تو اس کی پوری پوری مزدوری دینا ہے۔ حق تعالیٰ فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ اے فرشتو تم گواہ رہنا کہ ہم نے روزوں اور تراویح کے بدلے اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے مانگو اس اجتماع میں اپنی دنیا و آخرت کے لئے مجھ سے جو مانگو گے عطا کروں گا۔ تمہاری مصلحت پر نظر رکھوں گا، میری عزت اور جلال کی قسم جب تک تم میرا خیال کرو گے تمہاری لغزشوں کی ستاری [1] کروں گا، میری عزت کی قسم تمہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا نہ کروں گا، اب تم بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا، اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں۔

ماہِ صیام کی برکتوں میں بڑی برکت نزولِ قرآن، رحمت و غفران اور عید کا یوم عظیم الشان ہے۔ پس ان کے حصول کے لئے صیام و قیام میں جس قدر خلوص ہوگا، اسی قدر لذت ہوگی۔ جس قدر مشقت ہوگی اسی قدر اللہ سے قربت ہوگی۔ شرط نیتِ رضاءِ الٰہی ہو، ریاکاری نہ ہو، ارے اس متاعِ گراں مایہ کا سودا بارگاہِ قدوسی سے براہِ راست ہوتا کہ حضرت حق خود اس کی جزا ہو جاتے ہیں۔ اللھم اجعلنا منھم۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

۲۹ رمئی ۱۹۸۶ء

---

(۱) پردہ پوشی۔

Scanned by CamScanner

آمد ماہِ رمضان

الحمدللہ و کفٰی و سلام علیٰ عبادہٖ الذین اصطفےٰ اما بعد.

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

شَھَرُ رَمَضانَ الذیٓ اُنزِل فیه القرآن. ھُدیً للناسِ و بّیناتٍ مِّنَ الھدیٰ و الفرقان. فَمَنُ شَھِدَ مِنکُم الشَّھُرَ فَلُیَصُمُہُ وَمَنُ کَانَ مریضًا او علیٰ سَفَرٍ فعدةُ مِّن اَیّامٍ اُخَرُ. یُریدُ اللہُ بکُمُ الیّسُرَ ولایُریدبکم العُسُر. ولُتِکُمِلُو العِدَّةَ و لُتِکَبِّر واللہ علیٰ ماھداکم ولعلّکم تشکرون.

ماہِ صیام کی برکتیں لاتعداد و لاتحصیٰ ہیں۔قرآن حکیم نے روزہ کی فرضیت کے ساتھ اس کے قوانین، نتیجے اور اجر کو بیان کیا ہے۔یا ایھا الذین آمنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون. اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے قبل والوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ معلوم ہوا کہ مقصود پرہیز گاری ہے۔ جو تقریب الٰہی کا سبب ہے۔ایک وسیع رحمت ایک عظیم برکت تمہیں حاصل ہوگی، اگر تم رضاءِ الٰہی کے لئے رمضان کا اہتمام کرو گے، اس کے لیل ونہار کو صیام و قیام سے مزین کرو گے تو تمہیں تقویٰ حاصل ہوگا، تمہارے اندر بہیمت اور

حیوانیت کا جو عنصر ہے، اس میں کمی ہوگی، روحانیت اور ملکوتیت کا عنصر غالب ہوگا۔
آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس ماہ میں آخرت کی فکر اور نصیحت سے قلوب متاثر ہوتے ہیں۔ خالق کائنات نے اپنی مخلوقات میں بعض کو بعض پر فضیلت اور برتری بخشی ہے۔ چنانچہ حیوانات میں، حیوان ناطق یعنی انسان کو افضلیت، پھر انسانوں میں انبیاء کو اور انبیاء میں حضرت سرکار دو عالم ﷺ کو سب سے افضل اور برتر بنایا ہے۔ اس طرح تمام مخلوقات و موجودات میں حضرت سرکار دو عالم ﷺ افضل ترین ہیں۔ کتابوں میں قرآن مجید، دنوں میں جمعہ کا دن، مہینوں میں رمضان کا مہینہ افضل ترین مہینہ ہے۔ اس ماہِ مبارک کی آمد آمد کا انتظار تو مومن صادق کو الوداع [1] رمضان اور عید ہی کے مہینہ سے رہتا ہے۔ لیکن عام طور پر ماہِ رجب سے اس کی آمد آمد کا غلغلہ شروع ہوتا ہے اور اس کی قربت کا احساس جاگ اٹھتا ہے۔ رجب میں شب معراج کی ہماہمی پھر شعبان میں شب برأت کی گھماگھمی، غرض یہ سب مواقع آمد ماہِ رمضان کی قربت کا اعلان کرتے ہیں کہ سونے والے جاگ جائیں اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیں کہ وہ ایامِ مبارکہ آنے والے ہیں اور ان شب ہائے سعیدہ کا درود ہونے والا ہے جن میں عبادت کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ اس لیے رمضان المبارک شروع ہونے سے قبل اپنے دلوں اور سینوں کو توبہ و استغفار، غذائے حلال، صدق مقال، تسبیح و تہلیل اور جود و سخا سے مزین کر لے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دوسری روایت میں اس طرح فرمایا کہ جب رمضان المبارک داخل ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین پابہ زنجیر کر دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا حضرت ﷺ نے۔ عن ابی ھریرۃؓ قال، قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل

(۱) جمعۃ الوداع اور اختتام ماہ رمضان سے ہی زہاد و عباد کو رخصت رمضان کا قلق اور آئندہ رمضان کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

رمضانُ فُتحت ابوابُ السَّماء و فی روایة ابواب الجنة و غُلقَتُ ابوابُ جهنمَّ و سُلُسِلتِ الشیاطینُ و فی روایة فتحت ابوابُ الرحمه. رسولِ رحمت کا فرمان ہے کہ دخول رمضان پر جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اس سے رحمت بے شمار کا نزول مراد ہے اور روزہ داروں کو نیک کاموں کی توفیق ملتی ہے، جہنم کے دروازے بند کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دار گناہوں سے خلاصی پاتے ہیں اور خواہشات نفسانی کمزور پڑ جاتی ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے من صام رمضانَ ایماناً و احتساباً غُفِرَله ماتقدَّم مِنْ ذَنبه و مَنْ قام رمضان ایماناً و احتساباً غفرله ماتقدم مِن ذنبه و مَنْ قام لیلة القدر ایماناً و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه. سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں جو مسلمان رمضان المبارک میں پورے اعتقاد اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھے گا، اسی طرح قیام کرے گا یعنی تراویح اور نوافل پڑھے گا، ایسے ہی شب قدر میں خصوصیت کے ساتھ ذکر الٰہی کرے گا اس کے تمام گذشتہ وسابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اور اس کی مغفرت ہوگی۔ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان المبارک اور قرآن مجید دونوں ہی ایمان والوں کی بروزِ قیامت شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا اے میرے پروردگار میں نے اس بندہ کو دن میں کھانے اور خواہشاتِ نفسانی سے روکا آج تو آقا، میری شفاعت وسفارش اس بندہ کے لئے قبول فرما۔ ایسے ہی قرآن کہے گا کہ اے میرے پروردگار میں نے اس بندہ کو رات کی نیند اور آرام سے روکا اس لیے تو آج میری شفاعت اس کے بارے میں قبول فرما۔ حضرت رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ دونوں کی شفاعت قبول ہوگی۔ خوش نصیب ہیں وہ بندگانِ خدا جن کو روزہ اور قرآن کی شفاعت نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کے روزوں کو قبول کرے اور مغفرت سے نوازے۔

رمضان المبارک کے بارے میں مختصراً عرض کرتا چلوں کہ صوم یعنی رک جانا ہے چنانچہ آدمی کھانے پینے اور ممنوعات سے بحالت روزہ رک جاتا ہے۔ اس لیے اس کو صوم

Scanned by CamScanner

اور ماہِ رمضان کو ماہِ صیام کہتے ہیں۔ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت سن ۲ ھجری میں ہوئی۔ رمضان میں روزہ کو خاص کرنے کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں بھی یہ مہینہ نہایت مکرم و محترم تھا۔ قریش کے سرکردہ قبائل اس مہینہ میں عبادت اور توجہ الی الحق کی طرف خصوصی میلان رکھتے تھے۔ چنانچہ عبدالمطلب کی عادت تھی کہ وہ رمضان شروع ہوتے ہی کوہِ حرا کے پاس آتے اور وہاں مسکینوں، محتاجوں کی امداد و اعانت کرتے اور حضرت سرکارِ دو عالم ﷺ بھی کوہِ حرا پر عبادت کے لئے تشریف لاتے اور مسکینوں اور محتاجوں کی دلداری کرتے۔

روزوں کی قدامت اور اقوام عالم میں اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بطور کفارہ حضرت آدم و حوا کو روزہ رکھنا پڑا۔ جب ان سے بتقاضائے بشریت یا بوجہ فکر و نظر ایک اجتہادی غلطی سرزد ہوگئی تھی۔ تورات میں کئی جگہ روزہ کا ذکر آیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے یہاں چالیس روزے رکھے گئے۔ علامہ واصل حلوانی مصری فرماتے ہیں کہ و کذالک فی امریکه الشمالیه یقدِّسونَ الصوم و یَعدُّونه، من انواعِ الریاضیة البدنیة النبیلة. شمالی امریکہ کے سرخ باشندے روزوں کی بہت عزت کرتے ہیں اور اس کو جسم انسانی کے لئے بہترین ورزش قرار دیتے ہیں۔ اور ایسے ہی وہ رقمطراز ہیں کہ ڈاکٹر کارلو نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ تم لوگ ہر سال خواہ مال دار ہو یا مسکین کچھ مدت کے لئے کھانا پینا چھوڑ دو اس طرح تمہارے بدن سے امراض کا خاتمہ ہو جائے گا۔ دیکھئے اسلام کے اس فریضہ کے مشاہد کیسے کیسے لوگ ہیں جو اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ بہر حال روزہ کے بے شمار فوائد ہیں۔ روزہ سے قوت بہیمیہ گھٹتی ہے، قوت روحانیہ بڑھتی ہے، تزکیۂ نفس ہوتا ہے، روزہ کی سختی سے گذر کر مفلوک الحال انسانوں کی سخت زندگی کا صحیح اندازہ ہوتا ہے اور پھر جذبۂ ہمدردی بیدار ہوتا ہے، روزہ سے انسان میں بردباری و نرمی کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس عادت سے انسان ربّانی و ملکوتی صفات سے متصف ہوتا ہے۔ روزہ سے سوچنے، سمجھنے اور عملی قوت میں عزیمت و پختگی ہوتی ہے۔ نہانے

Scanned by CamScanner

دھونے سے اوپری بدن صاف ہوتا ہے اسی طرح روزہ سے اندرونِ حصۂ جسم صاف ہوتا ہے۔ روزہ سے بظاہر جسم کم ہوتا ہے لیکن اس کی وجہ سے بے شمار جسمانی وطبی فائدے ہیں۔ یہ ان فوائد کے علاوہ ہیں جو انعام واکرام کے طور پر اللہ تعالیٰ بندوں کو عطا کریں گے۔ سب سے بڑھ کر ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے سے اللہ کے حکم پر عمل درآمد ہوتا ہے اور اس کی رضامندی حاصل ہوتی ہے اس کے حکموں کی تعمیل نہ کرنے سے وہ ناراض ہوتا ہے اور اس کی ناراضگی دین ودنیا کی تباہی کا موجب ہے۔ اس لیے مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ وہ رمضان المبارک میں روزہ رکھ کر تزکیۂ نفس، روشن ضمیری، ملکوتی قوت، روحانی ترقی، صفاتِ قدسیہ، قربِ ربانی، خوشنودی حضرت نبی کریم ﷺ، سعادت ابدی اور دیدارِ الٰہی حاصل کریں۔ روزہ رکھ کر اس ماہِ مبارک کا احترام کریں۔

اس فرض کی پابندی کر کے اس کے برکات وثمرات کو سمیٹ کر عنداللہ باعزت ہوں۔ اور پھر اس فرض کی ادائیگی کے انعام کے طور پر عیدالفطر کا لطف اٹھائیں۔ اس ماہِ مقدس کی شروع سے آخر تک بڑی فضیلت ہے۔ اس لیے اس کا اہتمام بھی بقدر فضیلت کرنا لازمی ہے۔

وما علینا الاالبلاغ، وآخر دعوانا عن الحمد للّٰہ رب العالمین.

۸/اپریل ۱۹۸۹ء

عیدالفطر

(۱)

الحمد لِلّٰہِ و کفیٰ و سلام علی عبادہِ الذین اصطفیٰ. اما بعد فاعوذباللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قد افلح من تزکیٰO و ذکر اسم ربہ فصلیٰO بل توثرون الحیواۃ الدنیاO والأخرۃ خیر و ابقیO ان ھذا لَفِی الصُحُف الاولیٰ صُحُف ابراھیم و موسیٰO

ابھی جن آیات اللہ البینات کی مجھے قرأت اور آپ کو سماعت کی توفیق حاصل ہوئی، اس میں اللہ رب العزت نے فرمایا وہ کامیاب ہوا، جس نے خود کو سنوارا، تزکیۂ نفس کیا۔ یعنی ظاہری و باطنی حسّی و معنوی نجاستوں سے پاک ہوا اور اپنے قلب و قالب کو عقائد صحیحہ اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ کیا، اپنے رب کا نام لیا، پھر نماز پڑھی یعنی پاک و صاف ہو کر تکبیر تحریمہ میں اپنے رب کا نام لیا پھر نماز ادا کی اور بعض سلف صالحین نے فرمایا کہ تزکیٰ زکوٰۃ سے ہے۔ جس سے مراد یہاں صدقۂ فطر ہے۔ اور ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ سے تکبیرات عید مراد ہیں فصلّٰی میں نماز عید کا ذکر ہے یعنی عید کے دن اول صدقۂ فطر پھر تکبیریں پھر نماز، ان میں کامیابی اور فلاح ہے بھلائی ہے اور یہ بھلائی تمہیں کیسے حاصل ہو

جب کہ آخرت کی فکر ہی نہیں، بلکہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام کو اعتقاداً یا عَمَلاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ دنیا حقیر و فانی ہے اور آخرت اس سے کہیں بہتر اور باقی ہے، وہ پائیدار ہے، نہ ختم ہونے والی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ جو چیز کماً و کیفاً ہر طرح افضل ہوا سے چھوڑ کر غیر افضل کو اختیار کیا جائے اور ایسا نہیں کہ یہ صرف قرآن میں کہا گیا ہے بلکہ پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی قد افلح من تزکیٰ سے وابقیٰ تک مذکور ہوا ہے۔ جو کسی وقت منسوخ نہیں ہوا نہ بدلا گیا۔ اس اعتبار سے اور زیادہ تاکید ہوگئی کہ فلاح و کامیابی کا مژدۂ جانفزا تزکیہ نفس کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں، رب ذوالجلال والاکرام کی کبریائی بیان کرنے والوں، زکوٰۃ دینے والوں، فطرہ ادا کرنے والوں کے لئے ہے۔

عید کا مبارک دن ہر سال آتا ہے اور یہ دن اپنے دامن میں بے پناہ مسرتیں لاتا ہے۔ اس کی مسرتیں ہمہ جہت ہوتی ہیں اور اس کی وسعتیں ہر ایک پر سایہ فگن ہوتی ہیں، کئی ماہ قبل سے اکثر مراحل پر برکتیں ظہور پذیر ہونے لگتی ہیں۔ ملوں اور کارخانوں میں نئے ڈیزائن کے کپڑے تیار ہونے لگتے ہیں۔ گاؤں، قصبات اور چھوٹے چھوٹے شہروں سے دوکاندار و بیوپاری بڑے شہروں کا رخ کرتے ہیں، کہ ہر ایک کو عید کے لئے سامانِ جدید کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ ہر جدید لذیذ ہے۔ لین دین کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر، معیشت کے ابواب کھولتا ہے اور گذران کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ صنعت و حرفت اوج کمال کو چھونے کی کوشش کرتی ہے اور اسی عنوان سے کساد بازاری ختم ہوتی ہے اور اقتصادی حالت بہتر ہوتی ہے۔ اس ہمہ ہمی سے ملک کا ہر طبقہ فیضیاب ہوتا ہے اور اسی لیے عید کا شاندار استقبال ہوتا ہے۔ یہ روزِ سعید یومِ عید جیسے جیسے قریب آتا ہے، رونقِ بازار میں اضافہ ہوتا ہے اور ایک ماہ تک رمضان المبارک کے روزوں کی ریاضت سے ایک طرف تزکیۂ نفس، راتوں کی عبادت اور قیام کی مشقت سے اس تزکیہ میں جلا اور نمو ازدیاد شوق، عبادت سے دلوں میں مروت، نرمی و بالیدگی، جذبہ خدمت یہاں تک کہ جود و سخا، کرم و عطاء زکوٰۃ کی ادائیگی سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ پھر فطرہ کی بارش، کہ عید کے روز ہر ایک کو

نیا کپڑا زیب تن کرنا ہے۔ سب کو چماچم بن کر عیدگاہ کی طرف جانا ہے، خوشبو لگانا ہے، تا کہ گھر وعیدگاہ کیا بلکہ شہر کی ہر گلی معطر ہوجائے۔ سج دھج کر نکلنا ہے تجمل وآرائش کرنا ہے تا کہ اس خوشی میں سب برابر کے سہیم وشریک ہوں۔ ہاں آج ایک فطرہ دے کر خوش ہوتا ہے اور ایک فطرہ پا کر خوش ہوتا ہے۔ دیکھو آج غریب وامیر کا فرق مصلّٰے پر باقی نہ رہے۔ آج بادشاہ، فقیر کا کوئی امتیاز نہ رہے کہ زکوٰۃ وفطرہ سے سب کے بدن پر نئے کپڑے سب کے تن پر نیا لباس، سب کا پیٹ بھرا ہوا، کوئی فاقہ زدہ نہیں، ہر چہرہ پر رونق، یہ برکت ہے عید کی، روزِ سعید کی، اس کی تاریخ یہ ہے کہ جب حضرت نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ اہل مدینہ سال میں دو روز خوشیاں مناتے ہیں، کھیل کود کرتے ہیں، کرتب وتماشے کرتے ہیں۔ آپ کے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ ہم ایسے ہی اپنے آباء واجداد کو دیکھتے آرہے ہیں، یہ دو روز نیروز ومہرجان کے ہیں ان دونوں میں کھیل کود کر ہم خوشیاں مناتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اللہ نے اس سے بہتر دو دن تجمل وآرائش، مسرت وزینت کے لئے عطا کیے ہیں۔ ایک رمضان کی مشقت کے عوض یومِ عید اور دوسرے سنت ابراہیمی کے تذکار واحیاء کے لئے عید الاضحیٰ۔ سال میں یہ دو مبارک خوشی کے دن اور اس کے منانے کا طریقہ یہ بتایا کہ اس مسرت کے موقعہ پر تمہیں کھیل کود نہیں بلکہ دو رکعت دوگانۂ شکر ادا کرنا ہے اور یہ دوگانۂ شکر روزانہ کی نمازوں کی طرح نہیں بلکہ اس میں چھ تکبیرات زائد کہہ کر رب العزت کی کبریائی بیان کرنا ہے کیوں روح اسلام حرکت پہلوانیہ کی نہیں، قوتِ روحانیہ کی متقاضی ہے۔ چنانچہ اعمالِ صالحہ سے روح میں بالیدگی، قوتِ ایمانی، نظافتِ ظاہری وباطنی ہر طرح کی پاکی اور اس کے ذریعے تزکیۂ نفس اور شوق عبادت مستزاد، ذوق شکر کی فراوانی، اس سے جذبۂ شفقت، عنوان محبت، پھر اصولِ خیر سے تعاون باہم ہوگا۔ قانون رحمت کا عرفان، قانون محبت کی پہچان ہوگی، صدق وصفا کی توفیق ملے گی۔ سچائی، ایفائے عہد اور امانت کی قدر واہمیت ہوگی۔ ان اوصافِ حمیدہ سے تم متصف ہو کر اپنے گھر کو، محلّہ کو، شہر کو ملک کو اس کے ہر فرد کو، اپنوں کو،

Scanned by CamScanner

غیروں کو، دوستوں کو بلکہ دشمنوں کو بھی سرفراز کردو گے۔ پھر دشمن، دشمن نہ رہے گا بلکہ دوست ہوگا، ہم نوا ہوگا، غم گسار ہوگا۔ یعنی قانون رحمت کا تقاضہ پورا ہوگا جو آسمان سے نازل ہوکر زمین پر قانونِ محبت بن جاتا ہے اور اصول خیر ہے۔ بھلائی ہے کامیابی ہے۔ اس کے برعکس جو ہو، اسے جھٹک دو کہ یہ اصولِ خیر کے خلاف ہے۔ میں تمہیں خیر دیتا ہوں کہ دنیا کی بھلائی کا راز قانون محبت میں ہے اور یہ محبت ملے گی سچائی سے، ایفائے عہد سے اور امانت داری سے، تم معاملات دنیاوی میں اس قدر اچھے ہو جاؤ کہ کسی کو تمہاری ذات سے تمہاری بات سے تمہارے ہاتھ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے پھر تو ہر قسم کی برائی کا سد باب ہو جائے گا۔

عقائد صحیحہ کی بنیاد پر قلب و قالب درست ہوگا تو فلاح ہوگی۔ اخلاقِ فاضلہ معاملاتِ دنیاوی درست کرنے سے حاصل کرو گے تو فلاح ہوگی تکبیر و تہلیل روزہ و نماز سے اعمال صالحہ کو درست کرو گے تو فلاح ہوگی۔ جب مژدۂ جانفزا قرآن سنا رہا ہے تو بھلا اس کی حقانیت کے خلاف کیسے ہوگا۔ ممکن نہیں۔ معلوم ہوا کہ ہمارے عقیدہ میں تذلذل ہے، ہمارے اخلاق میں تنزل ہے، ہماری عبادت میں تعطل ہے، اس لیے عدم فلاح ہے۔ ایک ہیجان ہے ایک بے کلی ہے سکون و اطمینان عنقاء ہے۔ آؤ تمہیں عید کے اس پر مسرت موقع پر پیغام دیتا ہوں کہ **قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربہ فصلیٰ. بل تو ثرون الحیواۃ الدنیا والاخرۃ خیر و ابقی ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ.** تم اس پیغام پر عمل کرلو۔ بے اطمینانی کے بجائے اطمینان ہوگا، اضمحلالِ طبیعت کے بدلے جودتِ طبع، بے سکونی کے عوض سکون حاصل ہوگا اور آرام سے یہ حقیر دنیا گذر جائے گی اور آخرت جو سراسر اس دنیا سے بہتر ہے وہ تمہیں نعمتوں سے بھری ہوئی ملے گی۔ بس شرط یہ ہے کہ قرآن کے اس پیغام پر سختی سے کاربند رہو۔ خود کو عید کے دن کی طرح سنوار لو، دوسروں کو سنوار دو، تو پھر ہر دن عید کا دن ہوگا۔ ہر لمحہ مسرت کا لمحہ ہوگا، ہر لحظہ سکون کا لحظہ ہوگا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب. آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر

سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اسی اطمینان وسکون کے لئے اور آگے بڑھ کر کہیئے کہ امن و آشتی کے لئے ساری جد و جہد ہے۔ اور آج کی بے چین دنیا، امن کی متلاشی ہے، یہ چیزیں بازار میں نہیں ملتی ہیں کہ خرید کر حاصل کر لی جائیں بلکہ رب العزت کی اطاعت وشکر سے اور نقد دل پیش کر کے حاصل ہوتی ہیں۔

رمضان المبارک کے روزوں کے بدلے انعام کے بطور یہ روزِ سعید عطا کیا گیا ہے، اس لیے اس دن کا اہتمام لازم ہے۔ کیوں کہ عید گاہ میں جمع ہونے والوں کے لئے مژدۂ مغفرت ہے۔ رب العزت فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے عزت وجلال کی قسم، میری عظمت اور شان کی قسم اس سے پہلے میرے بندے اپنے گھروں کو واپس لوٹیں ان سب کی مغفرت کرتا ہوں۔

میں ان الفاظ کے ساتھ آپ سب کو عید کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس پیغام کو نہ بھولنے کی گذارش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عمل عطا فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیبُ.

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۸؍مئی ۱۹۸۹ء

Scanned by CamScanner

عید الفطر

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہٖ الذین اصطفیٰ. اما بعد.

فاعوذباللہ من الشیطان الرجیم O بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

قد افلح من تزکّی و ذکر اسم ربہ فصلیٰ O صدق اللہ العظیم.

عید الفطر یعنی عید کا تہوار ہر سال آتا ہے، یہ مسلمانوں کا عظیم الشان تہوار ہے، اللہ کا انعام، اسلام کا شعار، شب عید الفطر صائمین کے لئے جزا کی رات ہے۔ ایام جاہلیت کے تہوار کا نعم البدل۔ اسلام میں خوشی منانے اور شوکت ایمان کی علامت، اظہار جلالت پروردگار کا بیان ہے، تشکر کا طریقہ، رب العزت کی طرف سے نعمتِ بے شمار کا اعلان، مومن کی مسرت، جذب وشوقِ امت کی حقیقت، خدمت قوم اور اس کے اخلاص قلبی اور اعمال صالحہ و اظہارِ مساوات کا نتیجہ اور ہدیۂ ہمدری کا ثبوت ہے۔ اس دن اور اس کے برتنے اور گذارنے میں بہت سی خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اس دن کو بطور خوشی منانے کے لئے مذہب نے کچھ اسلوب بتائے ہیں۔ ہم اس کے مطابق منائیں گے تو فلاح پائیں گے۔ نسیم سحری کے جھونکوں کے ساتھ صدائے اللہ اکبر آج کچھ زیادہ ہی پرکیف معلوم ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں نے انتظارِ روزِ عید میں کھلی آنکھوں اور گوشِ ہوش سے اذان فجر کا استقبال کیا ہے۔ پھر نہا دھو کر پاک و صاف ہو کر اپنے مظاہر کو سنوار کر خوشبو ایسی لگائی کہ راستے مہک اٹھے۔ برق دم لباس کی چمک سے حسن ملکوتی کا جلوہ سامنے آ گیا۔ آج بعد فجر افطار ضروری ہے کہ یہ پہلی علامتِ عید ہے۔ یہی آج کا دستور ہے کیوں کہ کل تک ماہِ مبارک

کے روزے تھے۔ ان روزوں میں طلوع فجر سے غروب شمس تک کھانا پینا حرام تھا۔ اور آج نوید عید میں روزہ رکھنا اور نہ کھانا حرام ہے۔ غرض روزے میں کھانا حرام تھا آج مطلقانہ کھانا حرام ہے۔ اور آج کوئی روزہ رکھے تو اس کا روزہ بھی حرام ہے کیوں کہ یہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ خوشی و مسرت کے ساتھ آج نئے دن کا استقبال، پھر دل کے گوشہ میں پڑوسی کا خیال ضروری ہے، کہ ہمارے جگر گوشوں نے اگر چمکتے دمکتے، پاپوش اور مخملی زرنگار ٹوپیاں پہن کر سوئیاں کھا کر خوشی منائی ہے تو ذرا دیکھیں، پڑوس میں چولہا جلا ہے یا نہیں؟ ہانڈی چڑھی ہے یا فاقہ ہے۔ آج کے دن کا مخصوص سامان ہے یا فقط ارمان ہے سوئیں اور کچھ میوہ میسر ہے یا تمناؤں کا مزار ہے؟ غرض عید کی خوشی کا کوئی انتظام ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا پہلے سے انتظام اور خیال تمہیں آنا چاہیے تھا۔ رسول اکرم محسن اعظم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ تم ہر بچہ کی طرف سے فطرہ ادا کر کے عید گاہ جاؤ۔

خوب یاد رہے کہ آج کی خوشی عام ہے۔ آج کی مسرت محلوں کی ہے تو جھونپڑوں کی بھی ہے۔ سڑکوں کی ہے تو گلیوں کی بھی ہے۔ بازاروں کی ہے تو کوچوں کی بھی ہے۔ گھروں کی ہے تو مسجد کی بھی ہے، اس کا احاطہ عام ہے۔ عید کی خوشی جہاں پہنچی مالا مال کر گئی، ہر ایک کو سنوار گئی، جو ننگے بھوکے تھے ان کو کھانا کپڑا ملا، ان کی دلداری ہوئی، تم کو ثواب ملا، کہ یہ سب اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر ہوا ہے۔ راستوں پر چلے، عید گاہ کی طرف بڑھے تو اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ، و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کا ترانہ لب پر ہے۔ عید گاہ پہنچے تو دوگانہ شکر کے لئے پہنچے۔ آج کی خوشی میں نہ غل غپاڑہ ہے نہ ہنگامۂ بیجا ہے۔ بلکہ وقار ہی وقار ہے۔ بلکہ عید گاہ میں دو رکعت دوگانہ شکر ادا کرنا ہے اور اظہار شکر و بندگی کرنا ہے۔

مومن کو آج کے دن دو طرح کی مسرت ہوئی، ایک طرف روزِ افطار یعنی عید الفطر کی مسرت ہے تو دوسری طرف اداءِ فطرہ سے ثواب اور غریب کی عزت سے بھی خوشی ہے۔ اور آج کے دن کی عظمت کا یہ احترام اور اہمیت ہے کہ اس تہوار کو لعو لہب، کھیل کود کے بجائے دوگانہ شکر ادا کر کے منایا جائے۔ عید کی تیاری نصف رمضان سے زور پکڑتی ہے۔

Scanned by CamScanner

اور دوگانۂ عید سے قبل تک ظاہری و باطنی طریقہ سے تجمل و آرائش کا سامان کیا جاتا ہے۔ آج کے دن صاحب حیثیت کا فطرہ دینا ضروری ہے۔ مستحقین کے لئے، ضرورت مندوں کے لئے، ان کی دلداری کے لئے، اقربیٰ کی اعزہ کی پڑوسی کی تالیف قلب کے لئے۔ اس تہوار کا شکر دو رکعت دوگانۂ شکر سے ادا کیا جاتا ہے اور اس میں چھ بار زائد اللہ اکبر کی تکبیر سے رب العزت کی جلالت اور شانِ الٰہی اور بڑائی کا اعلان کیا جاتا ہے اور اس دوگانہ کی ادائیگی کے لئے شہر سے باہر ''عیدگاہ'' کے لئے نکلنا ہے۔ مدینہ منورہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کی مسجد سے زیادہ بابرکت کوئی مسجد نہیں۔ لیکن آج کے دن آپ اپنی مسجد چھوڑ کر مدینہ کے باہر دوگانۂ عید ادا فرماتے، ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس آتے اور دو رکعت دوگانۂ شکر ادا کرنے کے بعد خطبہ عید سناتے۔ بس آج کے دن وہ سب اہم ہے جو آقائے نامدار محسن اعظم ﷺ نے بتایا، وہی کرنا ہے جس کا حکم ہے کہ شہر سے باہر بے درودیوار کی مسجد، دوگانۂ عید کے لئے کافی ہے۔ مسجد، سجدہ گاہ کو کہتے ہیں، اس جگہ کو جہاں سجدہ کیا جائے۔ بندۂ مومن قلبِ عاجز کی سوغات لے کر اپنی جبینِ نیاز کو بارگاہِ بے نیاز میں زمین پر رگڑتا ہے۔ اپنی پیشانی پر خاکِ مسجد لگاتا ہے اور یہی سجدۂ اخلاص معراج مومن ہو جاتا ہے، نماز کس قدر اہم ہے، قرآن مجید میں کس قدر تاکید کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قرۃ عینی الصلوٰۃ. یعنی نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اے کاش بندۂ مومن اس راز کو سمجھتا اور نماز کے لئے ہر طرح کی مشغولیت حتیٰ کہ کاروباری مشغولیت کو چھوڑ کر نماز پنجگانہ کے لئے مسجد آتا، جماعت کا اہتمام کرتا، جمعہ کے روز جامع مسجد یا جہاں نماز جمعہ قائم ہے وہاں پہلے سے پہنچ کر خطبہ و نماز جمعہ سے فیضیاب ہوتا۔ دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ ہم میں کتنے ہیں جو پنجگانہ نماز کے پابند ہیں اور کتنے ہیں جو صرف جمعہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ باجماعت نمازیں علامت ہیں اسلامی اجتماعیت کی، محلّہ کی اجتماعیت کا اظہار پنجگانہ نماز سے، شہر و علاقہ کی اجتماعیت جماعت جمعہ سے اور اس سے بڑی اجتماعیت سال میں دو بار عیدین کے مبارک موقع پر دوگانۂ شکر کے اجتماع و جماعت سے عیدگاہ میں یا جہاں ممکن ہو، جمع ہو اور بڑی جماعت کی شکل میں وہ قوم جس کی گردا

Scanned by CamScanner

اتقیادو اطاعت اور اللہ کی بندگی سے عبارت ہے، دوگانۂ شکرادا کرتی ہے۔ کیا تم نے خیال کیا؟ اس روزِ سعید اور یومِ عید کا، جیسا کہ اس کا حق ہے ساری تیاریاں عید کی ہوتی ہیں اس کا سب کو علم ہے۔ کپڑے لتوں کی تیاری، صفائی ستھرائی، آرائش و زیبائش اور فطرہ کی ادائیگی، اچھے خورد ونوش کا انتظام اپنے اعزہ و اقرباء کا خیال گلے مل کر خوشی سے نہال، مبارکبادیاں، اور کئی روز کی چھٹیاں۔ لیکن بتاؤ، کتنے ہیں جو اپنے بچوں کو دو رکعت دوگانۂ شکر کا طریقہ بتلا کر ان کو ساتھ لاتے ہیں۔ یہ سوال ہے اس قوم سے جو اللہ کی بندگی اور رحمت عالم کا امتی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ کیا آج کے شرعی تقاضوں کو ہر شخص کما حقہ ادا کر رہا ہے؟ آؤ بتاتا ہوں کہ یہ انعام واکرام تم کو کیوں دیا گیا؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟

خوشی کا یہ موقع اللہ کی طرف سے جاہلیت کے ایک تہوار اور دوسرا خوشی کا موقع جاہلیت کے دوسرے تہوار کے بدلے میں دیا گیا ہے۔ میری مراد عید الفطر کے ساتھ عید الاضحیٰ بھی ہے۔ جو ۱۰/ ذی الحجہ کو منائی جاتی ہے۔ اور ان دونوں کا شریعت نے حکم دیا ہے اور اس کے طریقے بھی بتائے ہیں۔ کیا ہم اس سلیقہ سے اس تہوار کو مناتے ہیں جیسا کہ حکم ہے۔ اے کاش ہم نے نماز و دیگر فرائض پر عمل پیرا ہو کر حقِ عبادت ادا کرنے کی سعی کی ہوتی اور اے کاش اپنے پرائے کا غم کھا کر فطرہ کو پہلے سے تقسیم کیا ہوتا، اور اے کاش ہم نے روزہ رکھ کر اس فریضہ کو ادا کیا ہوتا تو آگے ہمارے لیے کامیابی ہوتی۔ کامیابی کے راز ہائے سربستہ میں روزہ رکھ کر تزکیہ نفس اور رازِ صحت، زکوٰۃ دے کر مال کی حفاظت ہے اور اب بروز عید دو رکعت نماز شکرانہ مع چھ تکبیرات زائد ادا کرنا ہے یہ سب ہم نے اخلاص سے ادا کیا ہوتا، یا کریں تو فلاح نقد ہے۔

ہم بے بس ہو گئے، ہم بے کس ہو گئے، اس کے اسباب ہماری بداعمالیاں ہیں۔ ہم کیسے بندۂ مومن ہیں کہ ہر چیز کی فرصت ہے، نماز کی نہیں، جب کہ نماز کی عادت، خدا سے استعانت، طلب نصرت و مدد کا طریقہ ہے۔ یا ایھا الذین آمنو استعینو بالصبر و الصلوٰۃ۔ قرآن مجید میں ہے اے ایمان والو! اللہ سے مدد چاہو، صبر کر کے اور نماز پڑھ کر۔

Scanned by CamScanner

اس دنیاءِ ناپائیدار میں خوشی کے ساتھ غم ہیں۔ کیف ونشاط کے ساتھ رنج والم ہیں، یُسر کے ساتھ عُسر ہے، بالکل موسم کی طرح سردی بھی گرمی بھی۔ معلوم ہوا کہ مومن کو صبر کا سبق اس لیے دیا گیا ہے کہ مصائب ضرور آئیں گے کیوں کہ یہ دنیا دارالمحن ہے۔ مصائب پر صبر اور خوشیوں پر شکر ہی شعار مومن ہے۔

عید کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ عمدہ کپڑے پہن لیے جائیں۔ اچھی چیزیں کھالی جائیں، یا نفسانی خواہشات کو پورا کرلیا جائے اور شہوانی اعمال سے خود کو ملوث کرلیا جائے۔ بلکہ عید یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں اطاعت اور عبادات کے مظاہرے کیے جائیں، گناہوں سے توبہ کی جائے اور نیک اعمال، تاکہ عنداللہ بلند درجے حاصل ہوں۔ خدا کا انعام اور اس کی نعمتیں ملیں۔ آج کی رات لیلۃ الجائزہ ہے، اس میں جاگ کر عبادت کرکے اللہ سے تمغہ حاصل کیا جائے۔ سینہ بے کینہ ہو، قلب مخلص ہو، سوزِ جگر ہو، اور ایمان سے اس طرح دل منور ہو کہ چہرے تک اس کا اثر ہو۔ زبان سے علم وحکمت کے موتی، اور اخلاص وحسن نیت سے انسان کا سینہ آباد ہو۔

آیئے دیکھیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عید:- بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص عید کے دن حضرت علیؓ کے پاس آیا۔ دیکھا آپ سوکھی روٹی کھا رہے ہیں، اس نے کہا آج روزِ عید ہے اور آپ سوکھی روٹی کھا رہے ہیں؟ فرمایا کہ آج ان کی عید ہے جن کے روزے قبول ہوئے، جن کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں، خدا نے ان کے گناہ بخش دیئے، مگر ہماری تو آج وہی عید ہے جو کل ہوگی یعنی جس دن آدمی گناہ نہ کرے، وہ اس کی عید کا دن ہے۔ بس ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ظاہری آرائش وزیبائش کا پابند نہ بنے، بلکہ عبرت حاصل کرے، آخرت کی فکر کرے، قیامت کا تصور کرے، یہی مومن کی عید کا منشاء ہے۔ خدائے تعالیٰ ہم سب کو اچھی توفیق بخشے۔

و آخر دعوانا عن الحمدللہ رب العالمین.

۲۷/اپریل ۱۹۹۰ء

Scanned by CamScanner

عید الفطر

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد.

آج یومِ عید ہے، عید ہر سال آتی ہے۔ مسرتوں کا مجموعہ ساتھ لاتی ہے۔ چھوٹا بڑا، غریب امیر، دکاندار، خریدار، صحت مند لاچار، بچے بوڑھے غرض سبھی اس کا استقبال کرتے ہیں اور اس کے لئے انتظار کی گھڑیاں گنتے رہتے ہیں۔ ایک معمولی دکاندار سے لے کر ایک متقی پرہیز گار تک سب اس روزِ سعید کے لئے بیتاب ہوجاتے ہیں۔ مال سے دکانوں کو سجایا جاتا ہے جس سے خریدار اپنے ذوق اور ضرورت کو پورا کرتا ہے۔

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہوتے ہی عید کی تیاریاں ہونے لگتی ہیں۔ رمضان کے روزوں کی کیفیت، سحری وافطار کی لذت، دن میں صیام اور رات میں تراویح اور تہجد سے قیام کی عبادت سے دل منور، روح مجلّٰی، جسم مصفّٰی ہوجاتا ہے۔ تزکیہ نفس کا حصول ہوتا ہے، کیوں کہ عبادت گذار رمضان المبارک کے لیل ونہار میں متاعِ عقبیٰ جمع کرتا ہے۔ اسلام میں اس تہوار کا جو بلند مقام ہے اس کو ہر مسلمان محسوس کرتا ہے اور اپنے معیار کے مطابق جہد وسعی اور عبادت کرتا ہے تاکہ رب العزت کی خوشنوی حاصل ہو اور مژدہ یہ ہے کہ آج کے دن رب العزت کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، رضاءِ الٰہی کا فیضان، محبت الٰہی کا عرفان، ضمانت الٰہی کا سامان، الفت الٰہی کا شوق، نورِ الٰہی کی فراوانی حاصل

ہوتی ہے۔اور ایک نظام کے ماتحت ماہِ مبارک کے روزوں کی تکمیل کے بعد بطور انعام یہ عید امت محمد ﷺ کو عطا کی گئی ہے۔روزہ ایسی عبادت ہے کہ تمام سامان اکل وشرب کے باوجود، ہر حرکت پر قدرت کے حصول کے باوجود، صرف حصولِ تقویٰ اور خوشنودیٔ رب کے لئے رمضان کے لیل ونہار اس کے ضابطہ سے گذارے جاتے ہیں۔اس سے تزکیہ نفس اور تنقیہ جسم ہوتا ہے۔اس فرض کو ادا کرنے کے بعد ہلالِ عید کے ساتھ ہی جو شب آتی ہے وہ لیلتہ الجائزہ یعنی جزا پانے کی رات ہے۔یہ جزا ذرا بڑھ کر ہے۔جس کو جائزہ کہا گیا، یعنی انعام یا تمغہ۔معلوم ہوا کہ انعام وتمغہ کسی عمل میں امتیازی شان کے بعد حاصل ہوتا ہے۔اور لیلتہ الجائزہ میں عبادت کی بڑی فضیلت ہے۔(اور مع الاسف شیطان اس قدر اس رات دوسرے مشاغل میں مبتلا کر دیتا ہے کہ سارا چھوٹا ہوا، بھولا ہوا سامان آج ہی یاد آتا ہے، اور دکانیں بھی کھلی رہتی ہیں کہ لوگ موزہ وبنیان، فجر بعد تک خریدنے میں منہمک رہتے ہیں اور عبادت کے بجائے دکانِ حجامت پر حجامت [(۱)] کے لئے لائن لگی رہتی ہے) حالانکہ آج تو روزہ داروں کو دو طرح کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ایک افطارِ عید کی، دوسرے فطرہ ادا کرنے کی۔فطرہ سے غریبوں کی دلداری مقصود ہے۔مفلسوں، ناداروں کی مدد کرکے ان کو اس یومِ مسرت میں شریک وسہیم کرنا ہے، تاکہ ان کو قلق نہ ہو کہ کل تک روزہ تھے اور آج روزہ نہیں ہے تو وہ غرباء بھی لذتِ افطار عید سے فیضیاب ہوں۔ایسا نہ ہو کہ کسی کے یہاں آج بھی فاقہ ہو۔عید کے روز قصداً یا کسی طرح کا بھی روزہ رکھنا حرام ہے۔آج کی خوشی گذارنے کے کچھ سلیقے رحمت عالم ﷺ نے بتائے ہیں۔صبح عید کو جلدی اٹھو (اگر رات بھر عبادت نہ کرسکے ہو تو) نہا دھو لو۔صاف ستھرے بن جاؤ، بن سنور لو، دانتوں کو مسواک سے صاف کرلو، نئے کپڑے پہن کر آرائش وتجمل کرو۔پھر عید گاہ کی طرف بڑھو۔نبی اکرم ﷺ کی مسجد سے بڑھ کر مدینہ میں کوئی مسجد نہیں اس کے باوجود آپ آبادی سے باہر دوگانہ شکر ادا کرنے تشریف لے جاتے۔ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپس آتے۔آج تجمل

---

(۱) حجامت عربی والی نہیں بلکہ باربر شاپ یا بال بنانے کی دکان مراد ہے۔

Scanned by CamScanner

وآرائش کی نمائش کرنا ہے، سب کو دکھانا ہے کہ زرق برق کپڑوں میں ملبوس یہ امت وقار و سکون کے ساتھ تکبیر کہتی ہوئی عیدگاہ کو رواں دواں ہے۔ عیدگاہ میں دوگانۂ شکر دو رکعت چھ تکبیرات زائد کے ساتھ ادا کرنا ہے اور خطبۂ عید سننا ہے، اور رب ذوالجلال کی کبریائی بیان کرتے ہوئے واپس آنا ہے۔ آج ہماری تیاریاں عید کے کپڑے، شوق سنگار کے سامان، کھانے پینے کی لذت، ملنے ملانے کے ذوق، خرید و فروخت کے مراحل کے بعد گھر و باہر کی صفائی، اعزہ و احباب کے ساتھ عید ملن اور لذت کام و دہن کی ساری تیاریاں ہوتی ہیں۔ یہ چیزیں ضروری ہیں لیکن اس کے ساتھ اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ دو رکعت دوگانۂ شکر کا قرینہ ہر جانکار انجان کو، گھر کے بڑے چھوٹوں کو سکھا دیں۔ تاکہ سال بھر میں ایک بار آنے والی یہ عبادت اور دوگانۂ شکر قرینہ سے ادا ہو سکے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آج کی برکتوں سے فیضیابی نہ ہوگی۔ عیدگاہ میں وہی جائے گا جس نے روزے رکھے ہیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا لکل قوم عید و ھذا عیدنا، ہر قوم کا ایک تہوار ہے اور یہ ہمارا تہوار ہے۔ جب یہ مسلّم ہے کہ یہ ہمارا تہوار ہے تو کیوں نہ ہم اس کی ظاہری خوشی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اخروی اجر بھی حاصل کریں۔ اور یہ اس وقت حاصل ہوگا جب رمضان کے روزہ رکھنے کے بعد دوگانۂ شکر ادا کرنے کے آداب سے واقفیت ہو۔ عیدگاہ میں جب یہ امت پہنچتی ہے تو رب العزت فرشتوں سے سوال کرتے ہیں میرے بندے کیوں جمع ہوئے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں یہ مزدور ہیں، مزدوری لینے آئے ہیں۔ رب العزت فرماتے ہیں فرشتو! تم گواہ رہنا ان کو پوری پوری مزدوری دی جائے گی۔ میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم میری عظمت کی قسم اور میری شان کی قسم اس سے پہلے کہ یہ لوگ عیدگاہ سے اپنے گھر پہنچیں میں ان کی مغفرت کر دوں گا۔

فالحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۵/اپریل ۱۹۹۲ء

Scanned by CamScanner

عید الفطر کی برکتیں

نحمدهٗ و نصلی علٰی رسوله الکریم اما بعد.

فاعوذباللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربه فصلیٰ.

حضرات! موضوعِ گفتگو عید الفطر ہے۔ عید الفطر امت مسلمہ کا وہ عظیم الشان تہوار ہے جس کو ساری دنیا کے مسلمان بڑی شان وشوکت اور جوش وخروش اور عقیدت ومسرت کے ساتھ مناتے ہیں اور یہ تہوار امت مسلمہ کے دو بڑے تہواروں میں سے ایک ہے۔ جس طرح ہر قوم و مذہب ہر ملک وملت کے لئے کوئی نہ کوئی تہوار یعنی مسرت کا موقع، خوشی کا دن ہوتا ہے اسی طرح یہ عید مسلمانوں کا تہوار اور خوشی منانے کا دن ہے۔ تمام عرب وعجم میں زمانہ قدیم سے کسی مخصوص دن میں خوشی منانے اور اظہارِ مسرت کا رواج تھا۔ اور یہ قدر مشترک تھی۔ چنانچہ ماضی میں مروجہ تین عیدوں کا پتہ تو ہمیں قرآن مجید سے چلتا ہے وہ قومِ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کی عیدیں تھیں اور چوتھی یہ عید ہے جو امت مسلمہ کے لئے مخصوص ہے کہ ان کی خوشی منانے اور آرائش کرنے کا یہ تہوار ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ **لکل قوم عید و ھذا عیدنا** ہر قوم کی ایک عید ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ عید کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نئے سرے سے خوشی اور مسرت عطا فرماتے ہیں، ربّ العزت احسان فرماتے ہیں۔ بندے روتے، گڑگڑاتے، عاجزی اور آہ وزاری

کرتے ہیں، ربِّ رؤف ورحیم رحمت وغفران کا معاملہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں شب عیدالفطر کا نام جائزہ کی رات بھی ہے یعنی انعام کی رات۔ کیوں کہ اس شب میں روزہ داروں کو جزا دی جاتی ہے اور صبح عید کو فرشتے آواز لگاتے ہیں کہ امت رسول اپنے رب کی طرف چلو وہ تمہیں بہت کچھ عطا فرمانا چاہتا ہے، تمہارے گناہِ کبیرہ بخش دے گا، اور تمہیں انعام واکرام سے مالا مال کردے گا۔

اس عید کی ابتداء یوں ہوئی کہ جب سرکار دو عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہاں کے لوگ سال میں دو روز خوشیاں مناتے ہیں۔ کھیل کود کرتے ہیں، سج دھج کر نکلتے ہیں، کرتب وتماشہ دکھاتے ہیں تو آپ کے سوال فرمانے پر کہ یہ دو دن کیسے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہماری مسرت کے یہ دن زمانۂ قدیم سے چلے آرہے ہیں۔ ہمارے آبا واجداد ان دنوں میں خوشی مناتے تھے چنانچہ ہم بھی مسرت کے ساتھ اس دن کو مناتے ہیں اور بطور یادگار اس کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔ اور یہ دو دن نیروز و مہرجان کے تھے جس میں خوشی کے اندر لعولعب سے عبارت تھے۔ نبی رحمت نے اسلام کے مزاجِ لطیف میں لعولعب کی آمیزش گوارہ نہ کیا بلکہ منع کیا۔ خطرہ تھا کہ مستقبل میں یہ لہو لعب رہا تو شعائر دین میں شمار ہونے لگے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دو دن اس سے بہتر تمہاری خوشی منانے کے لئے دیئے ہیں اور وہ عیدالفطر وعیدالاضحیٰ ہیں۔ جس میں تم خوب خوشیاں مناؤ، تجمل کرو، آرائش کرو، نئے کپڑے پہنو، عطر لگاؤ، مسواک کرو، نہاؤ، صبح سویرے اٹھو، سویرے ہی عیدگاہ کی طرف چلو، عیدگاہ جانے سے پہلے فطرہ ادا کرو اور کوئی میٹھی چیز کھا کر عیدگاہ کے لئے نکلو۔ عیدگاہ جانے اور واپسی کے وقت اللہ کی کبریائی بیان کرو اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کا ورد کرو اور عیدگاہ آنے جانے میں علیحدہ راستوں کو اختیار کرو۔ اس لیے کہ ان تمام باتوں میں مسرت اور خوشی منانے کا قرینہ ہے جو وقار وعظمت کا نشان ہے۔ درحقیقت یہ دونوں عیدیں موقع محل کے لحاظ سے ایک علامت ہیں انعام خداوندی کی۔ ماہِ رمضان

Scanned by CamScanner

کے روزوں کی مشقت، راتوں کی عبادت کے بدلے میں عید الفطر بطور انعام واکرام کے ہے کہ اس میں لطف ورحمت کی بارش ہوتی ہے۔ اس انعام کو دیکھتے ہوئے امت کو یہ تہوار اور یہ خوشی سنجیدگی، سلیقہ اور شکر کے ساتھ منانے کا حکم دیا گیا کہ تم کو غفران کا مژدہ سنایا گیا ہے تو تم دو رکعت دوگانہ شکر ادا کرو اور س میں چھ بار اللہ کی کبریائی زیادہ بیان کرو۔ آج کے دن دو خوشیاں ہیں۔ اصل مسرت بخشش وغفران کی، دوسری فطرہ ادا کرنے کی، جس سے کمزوروں کی دلداری کا موقع تمہیں ہاتھ آیا۔ آج جب ہر مسلمان کے لئے خوشی کا دن ہے تو نادار کیوں محرومِ تمنا اور معذورِ مسرت رہے۔ اس لیے مال کی زکوٰۃ اور فطرہ ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے کیوں اس میں عید الفطر کے دن نادار لوگوں کے لئے مسرت کا سامان موجود ہے۔ کیا بچے کیا بوڑھے کیا جوان کیا ادھیڑ، سب کو خوشی ہے اور یہ خوشی رمضان المبارک کی پہلی تاریخ سے شروع ہوجاتی ہے اور عید کا استقبال شاندار طریقہ پر ہونے لگتا ہے۔ کیا مسجد کیا بازار کیا مکان کیا دکان، غرض ہر جگہ رونق اور ھُوحق ہے۔ بچے چمچماتے کپڑوں دمکتے تربوش (۱) اور چمکتے پاپوش میں مگن ہوتے ہیں، جوان سج دھج کر نکلنے میں بے خود، بوڑھے ان کی خوشی دیکھ کر خوش، مالدار خرچ کرکے خوش اور غریب خرچ پا کر خوش۔ مالداروں کے لئے آسان ہے کہ شوق وذوق کا سامان مہیا کرلیں لیکن ناداروں کو ضرورت کی اشیاء کا میسر ہونا محال ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام نے نظام فطرہ بنایا اور زکوٰۃ کا حکم دیا کہ اگر محلوں میں عید کی خوشی اور روشنی ہوگی تو افلاس کے جھونپڑوں تک بھی اس کا اثر ونور پہنچے گا۔ فطرہ سے آج کے دن کوئی بھوکا اور بے لباس و بے ستر نہ ہوگا۔ بلکہ محمود وایاز سب بارگاہِ خدا میں ایک ہی انداز اور سج دھج سے نیاز مند ہوکر کھڑے ہوں گے اور عید کی مسرت میں یکساں شریک وسہیم ہوں گے۔ مساوات اور برابری کا اس سے بہتر نمونہ کہاں ملے گا۔ نفاست اور تقدس کا اس سے بہتر موقع کیا ہوسکتا ہے۔ خوشی میں بھی بے خودی سے اجتناب اور دوگانہ شکر ادا کرنے کی تاکید، اللہ اللہ انعام بھی وہی دیں اور انعام پر شکر کے قرینہ بھی

(۱) غالباً ترکی لفظ ہے۔ مراد ترکی ٹوپی (لال رنگ کی مخملی گول، کالے پھندنے والی)

Scanned by CamScanner

وہی بتائیں اور اس پر بھی اجر عطا کریں۔ یہ بس رب کریم کے عطا اور بخشش کے انداز ہیں۔ یہ خوب یاد رہے کہ عید کی ساری خوشی اور اس دن کا انعام صائمین [۱] وقائمین [۲] و عاکفین [۳] کے لئے ہے، جنہوں نے ماہِ صیام کا احترام کیا۔ موسم کے سرد و گرم کی پرواہ کیے بغیر دن میں روزے رکھے اور راتوں میں عبادت کی۔ شب قدر کی خوب قدر کی اور کچھ اعتکاف میں بھی رہے۔ ورنہ اگر تم روز کی طرح رہے رمضان و غیر رمضان کا کوئی فرق زندگی اور ان ایام کی صبح و شام میں نہیں آیا تو جان لو کہ تم نہ غفران و بخشش کے مستحق ہو نہ انعام خداوندی کے حقدار۔ ہاں اگر تم نے اچھے مزدور کی طرح کام انجام دیا ہے تو مزدوری پوری پوری ملے گی اس میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ آج کے دن کا مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح روزہ میں بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھنا حرام تھا اسی طرح آج مطلقاً روزہ رکھنا حرام ہے۔ آج کے دن رحمت پروردگار عید گاہ میں آنے والوں کو دیکھ کر جوش میں آتی ہے اور رب ذوالجلال والاکرام فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ آج ہمارے بندے اس طرح کیوں جمع ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ الہ العالمین یہ مزدور ہیں، اپنی مزدوری لینے آئے ہیں۔ انہوں نے رمضان کے روزے رکھے ہیں اور آج تیری حمد و ثنا کرنے، کبریائی بیان کرنے اور شکر ادا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ رب العزت فرماتے ہیں فرشتو تم گواہ رہنا میرے عزت و جلال کی قسم، میری عظمت اور شان کی قسم اس سے پہلے کہ یہ لوگ دوگانۂ شکر ادا کر کے اپنے گھروں کو لوٹیں، ہم نے ان سب کی مغفرت کر دی۔

فرشتو! تم گواہ رہنا، ہم نے روزوں اور تراویح کے بدلے اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے مانگو اس اجتماع میں اپنی دنیا اور آخرت کی بھلائی جو مانگو گے عطا کروں گا۔ تمہاری مصلحت پر نظر رکھوں گا، میرے عزت و جلال کی قسم

---

(۱) روزدار۔

(۲) نمازی۔

(۳) اعتکاف کرنے والے

Scanned by CamScanner

جب تک تم میرا خیال کرو گے، تمہاری لغزشوں پر ستاری کروں گا، میری عزت کی قسم تم کو مجرموں کے سامنے رسوا نہ کروں گا، اب تم بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور یہی راز ہے قد افلح من تزکّیٰ و ذکر اسم ربہ فصلّی کا کہ وہ کامیاب ہوا جس نے زکوٰۃ دی اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔ یعنی عید میں ذکر الٰہی کر کے بندہ عاجز کا نمونہ بنتا ہے اور زکوٰۃ و فطرہ سے مالدار کو ابر بہار بن کر برسنے اور درشہوار بن کر چمکنے کا سلیقہ میسر آتا ہے جس سے بخشش کا مژدہ حاصل ہوتا ہے۔ خدا ہم کو صحیح عبادات کی توفیق بخشے اور ہمیں ملک وملت، قوم و وطن کے لئے مفید سے مفید تر بنائے اور ہماری طاعات کو قبول فرمائے۔

بایں الفاظ آپ سب کو عید کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ.

۲۹ رمئی ۱۹۸۷ء

عید الفطر

عید ہر سال آتی ہے۔ مسرتوں کا گلدستہ ساتھ لاتی ہے، چھوٹے بڑے، بچے بوڑھے، غریب امیر، دکاندار و خریدار، صحت مند و بیمار غرض سبھی عید کا استقبال کرتے ہیں، اس کے انتظار کی گھڑیاں گنتے رہتے ہیں۔ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہوتے ہی عید کی تیاریاں ہونے لگتی ہیں۔ رمضان المبارک کے روزوں کی کیفیت، سحر و افطار کی لذت، دن میں صیام کی برکت، رات میں قیام و عبادت کا حصول جس سے دل منور، روح مجلیٰ، جسم مصفیٰ ہوتا ہے اور تزکیۂ نفس حاصل ہوتا ہے کیوں کہ ان روزوں کی فرضیت ہی تقویٰ اور قربت الٰہی کی کلید ہے اور اخلاص کے ساتھ اس فرض کو ادا کرنے پر اس کے ثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔ رب العزت کا ارشاد ہے **یا ایھا الذین آمنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون** صوم سے رب العزت کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ رضائے الٰہی، محبت الٰہی، ضمانت الٰہی، الفت الٰہی اور نورِ الٰہی کا ظہور ہوتا ہے، جو لفظ رمضان سے عیاں ہے۔ ان روزوں کی تکمیل کے بعد بطورِ انعام رب العزت نے عید کا دن عطا فرمایا۔ روزہ کی عبادت ایک نظام کے ماتحت ہوتی ہے تمام سامانِ اکل و شُرب کے باوجود، ہر حرکت پر قدرت ہونے کے باوصف صرف حصولِ تقویٰ اور خوشنودئ رب کے لئے رمضان کے لیل و نہار، شریعت اسلامیہ کے مطابق گذار کر تزکیۂ نفس اور تنقیۂ جسم حاصل ہوتا ہے اس فرض کے ادا کرنے کے بعد ہلالِ عید کے ساتھ

Scanned by CamScanner

ہی جو شب آتی ہے وہ شب عید ہوتی ہے اس کو لیلتہ الجائزہ، انعام کی رات کہا گیا۔ عید الفطر کی پہلی برکت یہ ہے کہ پورے رمضان المبارک میں جس قدر لوگوں کی مغفرت ہوتی ہے اسی قدر صرف اس ایک رات میں اللہ رب العزت مغفرت کرتے ہیں، کرم کرتے ہیں، رحم کرتے ہیں، سب کے حال پر نظر کرتے ہیں، سب کی مصلحت کا خیال فرماتے ہیں۔ اس رات میں عبادت کی بڑی فضیلت ہے، روزہ داروں کو دو طرح کی لذت حاصل ہوتی ہے ایک افطار کی دوسری فطرہ ادا کرنے کی۔ فطرہ سے غریبوں کی دلداری مقصود ہے، مفلسوں، ناداروں کی مدد کر کے ان کو اس یوم مسرت میں شریک و سہیم کرنا ہے۔ تاکہ ان کو قلق نہ ہو، عید کے دن کھانے کپڑے کا شکوہ نہ ہو کہ کل تک روزہ تھے اور آج بروز عید افطار ہے تو وہ غریب بھی لذتِ افطار سے فیضیاب ہو سکیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کے یہاں روزِ عید بھی فاقہ ہو۔ عید کے دن فاقہ کیوں ہونے دیا جائے جب کہ عید کے دن روزہ رکھنا بھی حرام ہے۔ جس طرح روزوں میں بلا عذر روزہ نہ رکھنا حرام ہے اسی طرح عید کے دن روزہ رکھنا مطلقاً حرام ہے۔ اس روز کو خوشی سے گذارنے کے کچھ سلیقے رحمت عالم ﷺ نے بتائے ہیں۔ صبح عید کو سویرے اٹھو، نہا دھو لو، صاف ستھرے بن جاؤ، جسم کو صاف کر کے بن سنور لو خصوصاً اپنے دانتوں کو مسواک سے صاف کر لو، نئے کپڑے پہن کر آرائش و تجمل کرو، پھر عید گاہ کی طرف بڑھو۔ نبی اکرم ﷺ کی مسجد سے بڑھ کر بابرکت مسجد مدینہ منورہ میں نہ تھی، اس کے باوجود رحمت عالم ﷺ آبادی سے باہر دو رکعت دوگانۂ عید ادا کرنے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک راستہ سے جاتے اور راستہ بدل کر آتے کیوں کہ آج کی آرائش کی نمائش بھی مقصود ہے سب کو دکھانا، زرق برق کپڑوں میں ملبوس یہ امت وقار و سکون کے ساتھ آہستہ آہستہ تکبیر کہتی ہوئی عید گاہ کی طرف رواں دواں ہے۔ یہاں اس انعام کا شکرانہ ادا کرنا ہے اور آج کی دو رکعتوں میں ٦ تکبیرات زائد کہہ کر رب ذوالجلال والاکرام کی کبریائی و بڑائی بیان کرنا ہے۔ ہمارے یہاں عید کے کپڑوں اور شوق و ذوق کے سامان، کھانے پینے

Scanned by CamScanner

کی لذت، ملنے ملانے کے ولولہ، خریداری بکری کے مراحل گھر بار کی صفائی، اعزہ واحباب کے ساتھ عید ملن اور لذت کام و دہن کی ساری تیاریاں ہوتی ہیں۔ یہ چیزیں اگر چہ ضروری ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ دو رکعت دوگانہ شکر کے ادا کرنے کا قرینہ ہر جانکار انجان کو اور گھر کے بڑے بوڑھے اپنے چھوٹوں کو اور بچوں کو سکھائیں تا کہ سال بھر میں ایک بار کی یہ عبادت، اور عید الاضحیٰ کو پیش نظر رکھئے تو اس طرح سال میں دو بار کی یہ عبادت اور دوگانہ شکر قرینہ سے ادا ہو سکے۔ اگر ایسا ہو تو ایک متقی و پرہیز گار ہی نہیں بلکہ ایک عام مسلمان بھی اس کی برکات سے فیضیاب ہو سکتا ہے۔ عید گاہ جانے کا حکم اُسی کو ہے جس نے روزہ رکھے ہیں۔ حضرت سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا **لکل یوم عید و ھذا عیدنا**. ہر قوم کی ایک عید ہے اور یہ عید ہماری عید ہے۔ یعنی ہر قوم کا ایک تہوار ہے اور پورے ماہ روزوں کی مشقت کے بعد جو دن ہے وہ ہمارا تہوار ہے۔ جب یہ مسلّم ہے کہ یہ ہمارا تہوار ہے تو جس طرح اس کی ظاہری کیفیت کا لطف ہم اٹھاتے ہیں اس کا اخروی اجر بھی حاصل کرنے کی سعی کریں اور یہ اس وقت حاصل ہوگا جب اس کے آداب سے واقفیت ہوگی اور احکام پر عمل ہوگا۔ جب یہ امت عید گاہ پہنچتی ہے تو رب العزت فرشتوں سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے بندے آج اس طرح کیوں جمع ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں یا اللہ یہ مزدور ہیں اپنی مزدوری لینے آئے ہیں۔ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں فرشتوں تم گواہ رہنا، میرے عزت وجلال کی قسم، میری عظمت وشان کی قسم اس سے پہلے کہ یہ لوگ دوگانہ شکر ادا کر کے اپنے گھروں کو لوٹیں، ہم نے ان سب کی مغفرت کردی۔ فرشتو! گواہ رہنا ہم نے روزوں اور تراویح کے بدلے اپنی رضا و مغفرت عطا کردی اور بندوں سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے مانگو۔ اس اجتماع میں اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی جو بھی مانگو گے عطا کروں گا، تمہاری مصلحت پر نظر رکھوں گا، میرے عزت وجلال کی قسم تم جب تک ہمارا خیال کرو گے، تمہاری لغزشوں پر ستاری کروں گا، میری عزت کی قسم تم کو مجرموں کے

Scanned by CamScanner

ساتھ رسوانہ کروں گا۔اب تم بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔

خدا کے خیال رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ احکامِ الٰہی اور شریعت اسلامیہ کی اتباع کرو، ایمان و یقین کی دولت حاصل کرو، اس کے لئے جدو جہد کرو اور شریعت پر عمل کرو۔قرب الٰہی اور تقویٰ حاصل کرو، خیر و بر کی طرف بڑھو، اعمال صالحہ کو اپنا سرمایہ بناؤ، منکرات وفحشاء سے بچو، برائیوں سے دور رہو، حقوق اللہ ادا کرو اور حقوق العباد کا خیال کرو، اخلاق و آداب سے مزین ہو جاؤ اور اچھا انسان بننے کی سعی کرو تا کہ اعمال صالحہ کے سبب عند اللہ اکرم و اعز ہو سکو۔یہی مقصد ہے اللہ کے فرمانے کا تم ہمارا خیال کرو تمہاری لغزشوں پر ستاری کروں گا اور مجرموں کے ساتھ رسوانہ کروں گا۔

بس یہ راز ہے قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربه فصلیٰ. کا وہ کامیاب ہوا جس نے زکوٰۃ دی اور نماز ادا کیا یعنی اپنے زکوٰۃ و فطرہ سے دلداریٔ مساکین کرنا اور نماز سے دوگانۂ شکر ادا کرنا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے یہ عید بابرکت، خوش آئند اور ملک وقوم کے لئے مسرت بخش بنائے۔ہر طرف خوشیاں ہوں، مسرتیں ہوں، امن و امان و بھائی چارہ ہو، آپس کی محبت اور میل میلاپ ہو، قوم و ملت، ملک وطن اس عید کی برکت سے مسرور و شاداں ہو، ان الفاظ کے ساتھ آپ سب کو عید مبارک۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

۵/اپریل ۱۹۹۳ء

Scanned by CamScanner

عید الفطر

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم. اعوذباللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربه فصلیٰ۔

جو پاک ہوا اور اپنے رب کو یاد کیا، نماز ادا کی، وہ کامیاب ہوا۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں کافی تفصیل ہے۔ فلاح و کامیابی سے مراد داخل جنت ہونا اور آخرت میں جہنم سے بچنا ہے۔ دنیا میں بلاؤں آفتوں سے محفوظ رہنا۔ اللہ کی فرمانبرداری کے باعث نیک بختی کا حصول اور آخرت میں ہمیشہ کی جنت میں دخول۔ دوسری جگہ ہے قد افلح المؤمنون. یعنی مومنوں کو سعادت اور کامیابی حاصل ہوئی۔ اسی طرح فرمایا گیا قد افلح من تزکیٰ جو پاک ہوا اس نے نجات پائی، پاک ہونے سے مراد زکوٰۃ دینا، اپنے ایمان کو بچانا، گناہوں سے بچنا، اور جو لوگ اپنے کو پاک نہیں کرتے ان کے لئے نجات کی کوئی صورت نہیں۔ من تزکیٰ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ شرک سے پاک ہوا، اور زکوٰۃ دینا اور بعض کے نزدیک صرف فطرہ کا ادا کرنا مقصود ہے۔ فطرہ بمقام سجدہ سہو ہے کہ روزہ داروں کے گناہوں سے پاک ہونے کے لئے صدقہ فطر فرض کیا گیا۔ بس اگر کوئی شخص رمضان میں گناہ کرے تو یہ صدقہ اس کا بدل ہے یعنی گناہ لغو فحش جھوٹ غیبت، چغلی، اکل مشتبہ، تغازل و

نظارہ حریم سے جو گناہ ہوتا ہے یہ صدقہ اس کا بدل ہے۔ یہ صدقہ روزہ کو کامل بناتا ہے ہر نیکی کا، اس کے مقتضا کے ساتھ ادا کرنا مقصود ہے اور شیطان کے بہکاوے میں نہ آنے سے وہ ذلیل ہوتا ہے اور اس صدقہ کی وجہ سے تکمیل صیام پر شیطان خوار ہوتا ہے۔

عید نام ہے خوشی کا، مسرت کا۔ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوشی و مسرت عطا فرماتے ہیں اور احسان فرماتے ہیں، بندوں کی آہ وزاری دعا و التجا پر اپنی رحمت اور مغفرت کی بارش کرتے ہیں اس لیے یہ دن عید کا دن کہلایا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ بندے جب اللہ کی اطاعت سے فارغ ہوتے ہیں، یعنی روزوں کی تکمیل کر لیتے ہیں تو اطاعت رسول کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی ادائیگی فرض کے بعد ادائیگی سنت کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ عید گاہ میں آنے والوں سے کہا جاتا ہے کہ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ بعض کہتے ہیں اس دن ثواب حاصل ہوتا ہے، اعمال کی جزا ملتی ہے اور انعام واکرام کا معاملہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دور و نزدیک بندوں کی رونق بڑھاتا ہے۔ انہیں توبہ کی توفیق بخشتا ہے وہ گناہ چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، معافی کے مستحق ہوتے ہیں چونکہ یہ سب باتیں خوشی کی ہیں اس لیے اس کا نام عید رکھا گیا۔

عید کے دن بہشت کو اللہ نے پیدا کیا، طوبیٰ کا درخت بھی بہشت میں عید ہی کے روز لگایا گیا، جبرئیل کا بھی وحی پہنچانے کے لئے عید ہی کے دن انتخاب کیا گیا۔ فرعون کے جادوگروں کو ہدایت کا نور عید ہی کے دن عطا ہوا۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگ عید کے روز نماز عید کے لئے عید گاہ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر توجہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں اے میرے بندو تم نے میرے ہی لیے روزہ رکھا، میرے ہی لیے نماز پڑھی اب تم میری رضا کی خلعت لے کر جاؤ۔ اے محمد ﷺ کی امت اپنے رب کے نام پر نکلو! تمہاری کم قیمت چیزوں کے عوض وہ تمہیں بہت بڑی چیزیں دے گا، وہ کبیرہ گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں شب عید الفطر کا نام شب جائزہ ہے، یعنی تمغہ کی رات ہے۔ عید کی صبح فرشتے پکار کر کہتے ہیں اے امت رسول! اپنے گھروں سے نکلو

Scanned by CamScanner

اللہ تعالیٰ تمہیں بہت کچھ عطا کرنے والا ہے۔ رب العزت فرشتوں سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ جن مزدوروں نے پورا کام انجام دیا ہو، ان کی مزدوری کیا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں پورا اجرا سے عطا فرمائیں۔ رب ذوالجلال والاکرام فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! تم گواہ رہنا میرے عزت وجلال کی قسم، میری عظمت وشان کی قسم عیدگاہ میں ان سب آنے والوں کی ہم نے مغفرت کردی۔

اصل اس کی یہ ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک دن مقرر ہوتا ہے کہ اس میں تجمل وآرائش کرتے ہیں اور خوب زینت کرتے ہیں۔ شہروں سے نکلتے ہیں اور یہ ایک رسم ہے کہ اس سے عرب وعجم کوئی بھی خالی نہیں اور جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کے لئے دو مقررہ دن ملاحظہ فرمایا جس میں یہ لوگ کھیل کود کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا خدائے تعالیٰ نے اس سے بہتر تم کو دو دن عطا کئے ہیں۔ ایک تو عیدالفطر اور دوسری عیدالاضحیٰ ہے۔ مدینہ میں خوشی کے جو دن رائج تھے وہ نیروز ومہرجان کے دن تھے۔ ان دونوں کو اس لیے بدلا کہ لوگوں میں خوشی کا دن شعائر دین کی تعظیم ائمہ مذاہب کی موافق یا اسی قسم کی کوئی بات ہوتی ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کو خوف ہوا کہ اگر ان کو اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو شعائر جاہلیت کی تعظیم یا ان کے اسلاف کی جو ترویج پائی جاتی ہے وہ باقی رہ جائے گی۔ اس لیے آپ نے ان کو ان دو دنوں سے بدل دیا کہ اس میں ملت حنیفہ کے شعائر کی تعظیم پائی جاتی ہے اور ان دونوں دنوں میں تجمل کے ساتھ ابوابِ بندگی کو بھی ملا دیا۔ تاکہ مسلمانوں کا اجتماع محض کھیل کود ہی نہ ہو بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ سے خالی نہ ہو۔ ان دونوں دنوں میں ایک دن یہ عید کا ہے کہ روزوں سے فراغت اور ایک قسم کی زکوٰۃ ادا ہوتی ہے۔ اس لیے دو فرحتیں، دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک فرحت طبعی جوان کو روزہ کی عبادت شاقہ سے فراغت پانے پر اور فقیر کو صدقات لینے کی خوشی حاصل ہوتی ہے اور ایک فرحت عقلی جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے عبادت مفروضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمانے کی وجہ سے ان کے اہل وعیال کی پرورش اور ان کے وجود کو گھر کے بڑے کی حیثیت سے

باقی رہنے پر دوسرے سال تک سلامتی کے ساتھ، اور دوسرا دن عید الاضحیٰ کا ہے جو آج سے دو ماہ دس روز کے بعد ہے۔ اس میں حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی یاد منائی جاتی ہے۔

آج فطرہ بھی ہے اور افطار بھی ہے۔ ہاں اس کے دوسرے دن سے چھ روزہ رکھنا زبردست اجر وثواب کا باعث ہے اور سال بھر روزہ رکھنے کے اجر کے برابر ہے۔ ہم اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ ہم نے خوشی کی ساری تیاریاں کر لی ہیں، لیکن کیا دو رکعت دوگانۂ شکر ادا کرنے کا اہتمام کیا ہے؟ کیا اپنے بچوں کو بتایا، سکھایا ہے، اور جو لوگ نہیں جانتے یا بھول گئے ہیں ان کو یاد دلایا ہے کہ یہ دو رکعتیں کس طرح ادا کرنی ہیں؟ یاد رہے اللہ کے نزدیک پسندیدہ عبادت نماز ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا قرۃ عینی الصلواۃ. نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ قرآن مجید میں بار بار نماز کی تاکید کی گئی ہے اور مصائب میں صبر اور نماز سے استعانت کے لئے کہا گیا ہے۔

اے کاش ہم میں کا ہر فرد نماز پنجگانہ با جماعت کا پابند ہوتا۔ جمعہ کا اہتمام کرتا، اپنی تجارت کو جمعہ کے وقت موقوف کر دیتا، شعور وسلیقہ، اہتمام واکرام کے ساتھ نمازِ جمعہ کی تیاری کر کے اور عید کی ظاہری باطنی تیاری اس طرح کرتا جس طرح کہ اس کا حق ہے۔ عید کا مقصد صرف عمدہ کپڑے پہن لینا، لعو لہب اور لذات نفسانی حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ خدائے تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کے مظاہرے اور گناہوں سے توبہ کرنا ہے تاکہ برائیاں نیکیوں سے بدل جائیں۔ اونچے درجے حاصل ہوں، انعامات خداوندی اور اس کی نعمتیں ملیں۔ سینہ بے کینہ، دل بے غل میں یقین محکم ہو علامات نور نظر آئیں۔ زبان کی وساطت سے آدمی کا دل علوم کے دریا بہائے۔ ہر طرح کی فصاحت و بلاغت اور حکمت سے انسان کا سینہ آباد ہو۔

ہاں بیوم الحساب دنیا کے حریص، دینوی دولت اور عظمت کے خواہشمند گریہ وزاری ورنج میں مبتلا ہوں گے کہ وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہوں گے کہ دنیا میں حرام وحلال اور مشتبہ، غرض ہر چیز کھا گئے حالانکہ ان میں فرق بتا دیا گیا تھا۔

Scanned by CamScanner

عید گاہ جانے اور واپسی کے لئے علیحدہ راستوں کے اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اور خاموشی کے ساتھ زبان پر ترانہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد جاری ہو۔ اور آج دوگانہ شکر ادا کرنا ہے اور اس عظیم نعمت پر دو رکعت نماز جس میں چھ تکبیرات زائد سے اللہ کی کبریائی بیان کی جائے گی، ادا کرنا ہے۔

آخراً عید کی مبارکباد کے ساتھ عرض ہے کہ آپ اچھے رہیں اور عید ہر سال آئے اور ایک راز بتاتا ہوں عقبیٰ کی کامیابی کا، کہ اخلاص کے ساتھ فرائض کی ادائیگی ہو اور حقوق اللہ کی طرف توجہ بھی اور دنیا کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ سچ بولو، وعدہ خلافی مت کرو اور امانت میں خیانت مت کرو۔ یہ کنجی ہے دنیا و آخرت کی کامیابی کی یہ ایک نور ہے جس کو لے کر چلو تو ہر منزل آسان، اور ہر دل میں تمہاری عزت و وقعت ہوگی۔ اور یہی انسانیت کی مراد و منزل ہے کیوں پھر تم مفید ہی مفید ہوگے اور تمہاری افادیت ہر جگہ تمہارا مقام محفوظ رکھے گی۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۲ر فروری ۱۹۹۶ء

Scanned by CamScanner

عیدالفطر کی برکتیں

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہِ الذین اصطفیٰ. اما بعد.

فاعوذباللہ من الشیطان الرجیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم O

قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربہ فصلیٰ O

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو شخص پاک ہوا اور اپنے رب کو یاد کیا، نماز ادا کی، اس نے نجات پائی۔ قرآن مجید میں **قد افلح** کی تفسیر سے ثابت ہے کہ فلاح سے مراد بہشت میں جانا ہے اور جہنم سے محفوظ رہنا ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں جس نے اللہ کی اطاعت کی اس کو نیک بختی حاصل ہوئی اور آخرت میں اس کو جنت ملی اور تزکیٰ کے معنی ہیں جو پاک ہوا۔ پاک ہونے سے مراد زکوٰۃ دینا ہے۔ اپنے ایمان کو گناہوں سے بچانا ہے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پاک ہونے سے مراد شرک سے پاک ہونا ہے، بعض کہتے ہیں جو شخص صالح ہو نیک کام کرے اور ان میں ترقی کرتا جائے۔ ابوحفص فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تمام مال کی زکوٰۃ دینا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے صرف فطرہ کی زکوٰۃ مراد ہے۔ اور **و ذکر اسم ربہ فصلیٰ** کے بارے میں حضرت بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آدمی خدا کو واحد جانے اور نماز پنجگانہ ادا کرتا رہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پروردگار کا نام تکبیر سے یاد کرے یعنی صرف اللہ اللہ سے ذکر ذات نہ کرے بلکہ اللہ اکبر کہہ کر اس کے نام کے ساتھ اس کی کبریائی اور بڑائی بھی بیان

کرے اور عیدگاہ میں جا کر نماز ادا کرے۔ وکیع بن جراح کہتے ہیں کہ رمضان میں صدقہ فطر دینا ایسا ہے جیسا کہ نماز میں سجدہ سہو ادا کرنا۔ آنحضرت ﷺ نے روزہ داروں کے گناہوں سے پاک ہونے کے لئے صدقہ فطر فرض کیا۔ پس اگر کوئی شخص رمضان میں گناہ کرے تو یہ صدقہ اس کا بدلہ ہے۔ یعنی گناہ کی باتوں مثلاً لغو، فحش، جھوٹ، غیبت، سخن چینی، عیب جوئی کرنے اور مشتبہ چیز کھانے پینے یا بدنظری سے جو گناہ یا نقصان ہوتا ہے تو یہ صدقہ اس کا بدلہ ہو جاتا ہے اور یہ صدقہ روزے کو کامل بناتا ہے۔ جس طرح توبہ و استغفار گناہوں کا مُصلح ہے اسی طرح یہ روزے کی اصلاح کرتا ہے۔ یا جس کی نماز میں شیطان کے بہکانے سے نقص ہو جاتا ہے اور سجدۂ سہو اس کی تلافی کرتا ہے اس تلافی پر شیطان شرمندہ و خوار ہوتا ہے، اسی طرح روزے میں شیطان کے بہکانے سے جو نقص پیدا ہوتا ہے فطرہ سے اس کی تلافی ہوتی ہے۔ یہ تو وہ برکتیں ہیں جو مومن صادق کو اس کے عقیدۂ عمل اور ایمان کے مطابق آخرت میں حاصل ہوں گی۔ دوسری طرف روزِ عید کو عید اس لیے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آج کے دن اپنے بندوں کو خوشی اور مسرت عطا کرتے ہیں۔ اس روز سعید میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان کرتے ہیں۔ ماہِ صیام میں روزوں سے تزکیۂ نفس اور تزکیۂ بدن حاصل ہوتا ہے۔ اپنی زکوٰۃ سے تزکیہ مال ہوتا ہے جو کتنوں کے کام آتا ہے۔ اور فطرہ کا بھی یہی مقصد ہے اور یہی سب عید کی برکتیں ہیں۔

جب لوگ سج دھج کر عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں تو رب العزت جن کو سب کچھ معلوم ہے فخر و مباہات سے فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ میرے یہ بندے آج اس طرح کیوں جمع ہیں، فرشتے عرض کرتے ہیں یہ مزدور ہیں مزدوری لینے آئے ہیں۔ رمضان کے روزے آپ کی خوشنوی کے لئے رکھے ہیں اس کی مزدوری لینے آئے ہیں۔ رب العزت فرماتے ہیں میرے عزت و جلال کی قسم، میری عظمت و شان کی قسم اس سے پہلے کہ یہ لوگ اپنے گھر واپس ہوں میں سب کی مغفرت اور بخشش کرتا ہوں۔ گویا آج عیدگاہ سے لوگ پروانۂ مغفرت لے کر واپس ہوتے ہیں۔ ایک مومن کے لئے اس سے بڑھ کر انعام و

Scanned by CamScanner

اکرام اعزاز وشرف کیا ہوسکتا ہے کہ مغفرت کی بشارت کے ساتھ گھر واپس ہو۔

اقتصادی طور پر بھی عید کے موقع پر لین دین، خرید وفروخت سے بازار کا ایک معیار بنتا ہے اور خیر و برکت کا ظہور ہوتا ہے۔ لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ یہ سب سے بڑے شرف اور سعادت کی بات ہے کہ کوئی کسی کے کام آئے اور ہر ایک خوش وخرم رہے اور یہی حصولِ شرف سعادت، انسانیت کی علامت ہے۔ اس خوشی سے محبت کی فضا قائم ہوتی ہے اور رونق میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لیے یہ روزِ عید ہر سال ایک مثالی دن بن کر آتا ہے۔ جو مژدہ جانفزا ہے ان برکتوں کے بعد ہم سب کے لئے ایک لمحۂ فکر یہ ہے کہ کیا ہم عید کو شریعت کی منشاء کے عین مطابق مناتے ہیں۔ آج بندے دربارِ الٰہی میں روتے اور گڑگڑاتے ہیں۔ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ رحمت اور بخشش نازل فرماتے ہیں۔ اس لیے آج کا یہ دن عید کا دن کہلاتا ہے۔

زمانۂ قدیم سے ہر ملک وملت اور قوم وقبیلہ میں مسرت اور خوشی منانے کا رواج چلا آرہا ہے۔ خود قرآن مجید میں قوم ابراہیم، قوم موسیٰ اور قوم عیسیٰ علیہم السلام کی عید کا ذکر ہے اور آیت مذکورہ سے ہماری عید ثابت ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ حضور انور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ سال میں دو دن خوشی مناتے ہیں کھیل کود کرتے ہیں اور وہ دو دن نیروز ومہرجان کے دن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعے خوشی منانے کے لئے اس کے بدلے میں اس سے بہتر دو دن عید الفطر وعید الاضحیٰ عنایت فرمائے جو مزاجِ اسلام کے عین مطابق تھے۔

نیروز ومہرجان کے روز وہ لوگ لعو ولعب اور سرکس وکرتب، کھیل تماشہ اور مقابلہ آرائی، قوت آزمائی کرتے تھے اور اسی سے یہ تہوار عبارت تھے۔ جب اسلام کی روشنی آگئی تو اس کے تہوار کو طہارت، نفاست، نظافت، دلداری اور غمخواری سے منانے کی تاکید کی گئی۔ جس سے خوشی میں مدہوشی نہیں بلکہ عقل وہوش کی سلامتی کے ساتھ رب العزت کی کبریائی اور بڑائی بیان کرنا ہے اور اس نعمت پر دوگانۂ شکر ادا کرنا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ صبح

Scanned by CamScanner

سے تیار ہونا، نہانا دھونا مسواک کرنا، پھر نئے کپڑے، سج دھج، چمک دمک، بناؤ سنگار، تجمل و آرائش، عطر و خوشبو کے ساتھ عیدگاہ کی طرف ایک راستہ سے جانا دوسرے سے واپس آنا اور عیدگاہ میں اس خوشی کے موقع پر دو رکعت دوگانہ شکر ادا کرنا ہے اور چھ بار اللہ کی کبریائی زیادہ بیان کرنا ہے، عید انعام ہے روزوں کا، عید پیغام ہے بخشش و مغفرت کا، عید علامت ہے نظافت کی، عید بنیاد ہے خیر و خیرات اور صدقہ و صداقت کی۔ آج جب خوشی کا دن ہے تو اہل استطاعت اپنے بابِ سخاوت کو وا کردیں تا کہ ہر محتاج اور ضرورتمند فیضیاب ہو سکے۔ آج محلوں میں عید ہو تو جھونپڑوں میں بھی عید کی رونق ہو۔ فطرہ سے آج کے دن مستحقین اچھے کپڑے پہنیں اور کوئی بھوکا ننگا نہ رہے اور غریب امیر آقا و غلام چھوٹے بڑے سب ایک ساتھ رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دوگانہ شکر ادا کریں۔ اور اللہ کی عظمت و کبریائی بیان کریں۔ **اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد.** کا ترانہ زبان پر جاری رہے۔

رمضان المبارک کی عبادتوں اور مشغولیتوں کے باوجود ہم سب عید کی زبردست تیاریاں کرتے ہیں اور یہ تیاریاں اگرچہ عید کا مقتضی ہیں لیکن محض ان ظاہری تیاریوں سے کیا عید کا حق ادا ہوتا ہے کیوں کہ جب نبی ﷺ نے یہ فرمایا **لکل قوم عید و ھذا عیدنا.** ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے جو رمضان المبارک کے صیام اور تراویح کے قیام کے بعد بطور انعام عطا کی گئی ہے تو وہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ جو روزہ نہیں رکھتا اس کو حق نہیں ہے کہ ہمارے مصلے یعنی عیدگاہ میں آئے۔ آپ سوچیں دو رکعت دوگانہ شکر ادا کرنے کی ترکیب کتنے باپ اپنے بچوں کو اور کتنے بھائی اپنے بھائیوں کو سکھاتے ہیں۔ اس کے دیگر لوازمات کی اہمیت کو کتنا بتاتے اور سمجھاتے ہیں۔ **کلکم راعی و مسئول عن رعیتہ** تم میں کا ہر ایک ذمہ دار ہے اپنے متعلقین و متوسلین واعزہ واقارب کا۔ ان کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا کہ علم دین و عبادات کے بارے میں کتنا بتایا اور سکھایا تھا۔ اس لیے ڈرنا چاہیے یوم الحساب سے۔

بہر حال یہ ایک بڑی ذمہ داری ہے جو خوشی اور مسرت کے ساتھ ہمارے سامنے ہر سال آتی ہے۔ اس لیے میں دعا کرتا ہوں کہ عید ہر سال آئے اور آپ اس کو صحیح طریقہ سے منا کر فائزہ المرام ہوں اور اس کی برکتوں سے فیضیاب ہوں اور دوسروں کو اپنے جود سخا، بخشش و کرم سے فائدہ پہنچائیں۔ اس طرح دین وملت قوم و وطن سب پر اس کی خوشیاں ظاہر ہوں گی۔ ان الفاظ کے ساتھ آپ سب کو عید کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

۱۳؍دسمبر ۲۰۰۰ء

Scanned by CamScanner

فلسفۂ عید

اللہ رب العزت نے جب اس کائنات کی تخلیق کی اور اس کی تزئین و آرائش زمین و آسمان اور مافیہا کے ذریعہ فرمائی۔ آسمان کو چاند، سورج، ستاروں سے مزین کیا اور اس میں ابراج بنائے اور زمین کو بچھایا پھر بوجھل پہاڑوں سے اس کو قرار عطا کیا جس کے نتیجہ میں خشک و تر، بحر و بر اور شجر و حجر کی موجودہ شکل و صورت اور اس کی تمام فروع ہیں اور ان کو فروغ بھی۔ یہ سب تخلیق ایک ایسی مخلوق کے لئے بطور مقدمہ اور اساس و بنیاد کے تھی جو مخدوم کائنات اور خلیفہ فی الارض بننے والی تھی۔ چنانچہ حضرت آدم وحوا کو اس زمین پر نازل کیا اور ان کو زمین پر خلیفہ و مخدوم اور حکمراں بنایا۔ تخلیق آدم کا مقصد اللہ کی عبادت تھا اور ساری کائنات کی تخلیق کا مقصد انسان کی خدمت اور اس کے فائدے کے لئے تمام مخلوقات چنانچہ خدا کی ساری تخلیق میں سب سے بہتر طریقہ پر بہترین تقویم سے انسان کی تخلیق ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم. جہاں انسان کی یہ فضیلت ہے کہ رب العزت نے اس کو سب سے بہتر بنایا، اس کو تو اپنے لیے بنایا اور ساری کائنات کو انسان کے لئے بنایا اور انسان کو بہترین صورت و ترکیب میں ڈھال کر اعلیٰ صلاحیتوں سے نواز کر دل و دماغ دے کر، تمام مخلوقات پر فوقیت عطا فرمایا، اس کو فکر و نظر دیا اور اس انسان کو خوشی اور غم دیئے پھر اس خوشی اور غم کے لئے مواقع عطا فرمائے۔ چنانچہ سب سے آسان بات یہ ہے کہ نعمت پر خوشی اور زحمت پر غم کا ظہور بلا قصد ہونے لگا۔ قدرتی و فطری فرحت و

Scanned by CamScanner

خوشی کے لئے ولادت، امارت، صحت، حسن و جمال اور زحمت و رنج کے لئے موت، افلاس، غربت، مسکنت، فقیری، افلاس و نکہت کی معذوریاں ہوتی ہیں۔قوموں کی زندگی میں اسی اصول کی بنیاد پر کوئی اہم واقعہ ایسارونما ہوتا ہے کہ بطور یادگار اس پر خوشی کی تقریب منائی جاتی ہے۔ چنانچہ اقوام عالم میں ہر دور میں خوشی کے کچھ مواقع تھے جو کم تھے اور غم تو ہر دم تھے اور ہر دم ہے ۔

دوست ایسا کوئی دوسرا ہوتا نہیں　　　سب جدا ہو جائیں لیکن غم جدا ہوتا نہیں

غمِ ہر دم، خبرِ غم چشم نم، کے ساتھ قرار نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لیے خوشی کے موقع کی تکرار ہونے لگی۔ اور دیگر اقوم عالم میں خوشی بھی منانے کا موقع تاریخ کا حصہ رہا ہے۔

ہر قوم کی ایک عید تھی یعنی اس کے لئے خوشی کا موقع تھا۔ چنانچہ دورِ رسالت میں سرزمین مدینہ پر دو تہوار مروج تھے وہ نیروز و مہرجان کے تھے جس میں اہل مدینہ کھیل تماشہ، کرتب و سرکس کر کے اپنی خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت محسن اعظم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہاں کے لوگ سال میں دو تہوار مناتے ہیں۔آپ کے دریافت فرمانے پر انہوں نے جواب دیا کہ ہم ایسے ہی اپنے آباء و اجداد سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم کو خدا نے اس سے بہتر دو دن خوشی کے عطا فرمائے ہیں وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دو مبارک دن ہیں۔ عید الفطر کے بارے میں فرمایا **لکل قوم عید و هذا عیدنا**. ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور خوشی کا دن ہوتا ہے یہ ہماری عید ہے اور یہ عید اس لیے ہے کہ بندے نے اپنے رب کی رضا کے لئے رمضان المبارک کے روزے رکھے، اپنی مرضی کے خلاف اللہ کی مرضی کے موافق کھانے پینے کا وقت تبدیل کیا۔صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور انسانی ضروریات و خواہشات سے رُک گیا۔ صوم کے لفظی معنی بھی رکنے کے ہیں۔ یہاں صرف اس پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر چھوٹی بڑی برائی سے بھی رکنا مقصود ہے اور اس کا حکم ہے۔

رمضان جو رضاءِ الٰہی، محبت الٰہی، ضمانت الٰہی، انعامِ الٰہی، نعمت الٰہی کا مخفف ہے اس کا

Scanned by CamScanner

تقاضہ یہ ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن، جسم سے لے کر اندرون تک صاف ستھرا ہو جائے۔ دماغ میں فطور و وساوس نہ آئیں اور قلب مجلّٰی و مصفّٰی ہو جائے۔ سیئات کا دل نہ چاہے اگر چاہے تو قابو پا لے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ رمضان میں دن میں صیام اور رات میں قیام کرے تاکہ تزکیۂ نفس ہو، ظاہر و باطن صاف ستھرا ہو، اچھی بات سوچے، اچھا کام کرے سب کے غم بانٹے۔ غم بانٹنے کا طریقہ یہ بتایا کہ امیر غریب کو، بادشاہ فقیر کو، اہل ثروت اہل افلاس کو فطرہ دے کر تعاون کریں تاکہ عید کے روز کوئی ننگا بھوکا نہ رہے۔ امراء کے محلات میں، مالداروں کی کوٹھیوں اور مکانوں میں عید کی خوشی ہو تو غریب کے جھونپڑے میں خوشی سے محرومی نہ ہو، ہر بچہ ہر جوان ہر بوڑھا خوشی کی ترنگ میں ہو اور اس کے بھی حدود ہیں کہ کرتب و تماشہ حرکت پہلوانیہ کے بجائے تزکیۂ نفس کے ذریعہ قوتِ روحانیہ کا مظاہرہ ہو۔ یہ عید تو بطور انعام ہے جو روزہ کا انعام ہے تراویح اور قرآن کے سننے سنانے پڑھنے پڑھانے کا اکرام ہے۔ عید کی رات تو تمغہ والی رات ہے اس کی بڑی فضیلت ہے۔ اس ماہِ مبارک میں لیلۃ القدر ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور اس کی برکتوں کا ظہور آج تک ہے اور تا قیام قیامت رہے گا، لوگ پڑھیں گے، سمجھیں گے، بھلائی کریں گے، بھلائی سکھائیں گے۔ جب یہ طے ہو گیا کہ جسم سے روح تک، ظاہر سے باطن تک تزکیہ ہوگا خیر خیرات ہوگی، فطرہ و زکوٰۃ سے مدد ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ صحیح طور پر اگر زکوٰۃ و فطرہ ادا کیا جائے تو عید کے دن کوئی بھوکا پیاسا ننگا اور بے لباس نہ رہے گا۔ اس طرح ادائے زکوٰۃ کی صحیح تقسیم ہو تو سال بھر کوئی غیر آسودہ نہ رہے گا یہ فلسفۂ عید ہے۔ اس کے ظاہری اثرات تو آپ پورے رمضان میں دیکھتے ہیں۔ اگر مسجد میں عبادت کا زور ہے تو بازار میں تجارت کا شور ہے۔ ہر جگہ رونق چہل پہل، ہماہمی ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان عید مناتے ہیں اور عید کی خوشی کا اظہار کرنے کے لئے ہر ممکن تیاری کرتے ہیں۔ مہینوں پہلے سے تجارت، سب لوگ کارخانہ دار مل مالکان عید کی مناسبت سے مال کا میل بناتے ہیں اور اس کی تیاری میں شریک ہوتے ہیں اور باطنی فضیلت کا کچھ حال آپ نے اوپر سنا اور بروز عید کیا فضائل

Scanned by CamScanner

وبرکات ہیں اور کیا روحانی ترقیات ہیں اور کیا مژدہ جانفزا ہے، وہ ساعت فرمائیں کہ رب العزت ہماری خوشی کس انداز میں دیکھنا چاہتے ہیں، انعام واکرام بخشش وغفران کا وعدہ اور اس کی خوشی اور اس خوشی میں بھی نماز کا حکم فرمایا اور صدقہ کا بھی۔ صدقہ زکوٰۃ سے مشابہ ہے اور نماز کی بھی ایک خاص ہیئت مقرر فرمائی کہ اس میں چند تکبیریں بڑھا دیں کہ یہ امتیازی علامت ہے اہتمام شان کی۔ اور اس لفظ سے قرآن میں ارشاد ہے کہ **ولتکبرو الله علی ماهداکم** اس میں ایک لطیف اشارہ ہے **لتکملوا العدة** میں تکمیل رمضان مراد ہے۔ **ولتُکَبِّرو** سے عید، اور ایک حکمت دیکھیے مسلمان میں دو چیزیں ہیں ایک دین اور ایک طبیعت۔ طبیعت میں بعض امور کا جوش اور تقاضہ پیدا ہوتا ہے اس طرح اس کے دین کو بھی جوش ہوتا ہے اور دونوں کی معدّل عقل ہوتی ہے بس خدائے تعالیٰ نے جوشِ دین کا یہ انتظام فرمایا کہ نماز مقرر فرمائی تاکہ لوگ اس خوشی کے موقعہ پر دوگانۂ شکر چھ بار زائد اللہ کی کبریائی بیان کر کے ادا کریں اور جوشِ طبیعت کا یہ نظم فرمایا کہ آج کے دن اچھے کپڑے پہنیں، سج سنور کر، تجمل و آرائش کر کے گھر سے نکلیں۔ ایک اور فضیلت کا حدیث میں ذکر ہے۔ لوگوں کے عیدگاہ میں جمع ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں **ماجزاء اجیر و فّٰی عملہ** یعنی اس مزدور کو کیا بدلہ دیا جائے جس نے اپنے کام کو اچھی طرح اور پوری طرح انجام دیا ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں **جزائه ان یوفیٰ اجره** اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کی پوری مزدوری دی جائے۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں **و عزتی و جلالی و ارتفاع شانی ولاغفر لهم فیرجعون مغفوراً لهم.** یعنی میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم، میری عظمت شان کی قسم آج میں ان کی مغفرت کیے دیتا ہوں۔ رسول مقبول ﷺ نے اس گفتگو کو نقل کر کے فرمایا بس لوگ بخشے بخشائے واپس آتے ہیں۔

غرض عید کی خوشی اسلامی طریقے سے منانی چاہیئے اور عیدگاہ میں شریعت کے مطابق آنا جانا چاہیئے۔ کیوں کہ خدا کے دربار میں حاضری ہے اور بخشش کا پروانہ ملنا ہے۔ اگر کسی

Scanned by CamScanner

بادشاہ کے دربار میں قاعدہ اور ضابطہ کے خلاف حاضری ہو تو کیا حشر ہوگا۔ پھر سمجھ لیجیے کہ دین مبین اور شریعت مطہرہ کے طریقہ پر اپنی خوشی کا اظہار کرنا ہے، پھر کرم ہوگا عنایت ہوگی انعام واکرام ہوگا اور نوازش ہوگی۔

فاعوذباللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلیٰ۔ جس نے تزکیہ نفس کیا، یعنی روزہ رکھے اور زکوٰۃ دی، روزہ سے جسم وروح پاک، زکوٰۃ سے مال پاک و طاہر اور دوگانۂ عید ادا کرنے میں اپنے رب کے نام کا اور نمازوں کے معاملہ میں زیادہ ذکر کیا اور نماز ادا کی، وہی کامیاب ہوا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے روزہ نہیں رکھا اس کو ہمارے مصلیٰ یعنی عیدگاہ میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ وعید بھی، گویا طریقۂ شریعت سے آؤ اور خوشی مناؤ تو عید ہے اور خلاف شریعت خوشی مناؤ تو وعید ہے۔ دنیا کا ہر کام لوگ سیکھتے ہیں لیکن دین کے بہت سے کاموں میں لوگ سیکھنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ بس بروز عید یہ پیغام ہے کہ یہ امت دین سیکھے، اس پر عمل کرے تاکہ پوری زندگی خوش وخرم رہے اور آخرت میں بھی۔

ان الفاظ کے ساتھ عید کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ و آخر دعونا عن الحمدللہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خَیرِ خلقہٖ محمد و علی الہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۲۳ رفروری ۲۰۰۲ء

فلسفۂ عید

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم.
اما بعد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید و الفرقان الحمید اعوذباللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربہ فصلیٰ. و قال النبی ﷺ ان لکل قوم عید و ھذا عیدنا او کما قال النبی ﷺ.

کامیاب تو وہ ہوا جس نے تزکیہ نفس کیا، یا زکوٰۃ دی اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز ادا کی۔ یہ تو قرآنی آیات سے معلوم ہوا اور ہمارے آقا مولا ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک قوم کے لئے ایک خوشی کا دن ہے اور ہماری خوشی کا دن عید ہے۔ لیجیے یہ وہی عید ہے جس کے لئے یہ حکم اور فضیلت ہے۔ یہ عید ہر سال آتی ہے۔ دراصل یہ جزاء ہے ماہِ صیام کے روزوں کی، کہ تم نے صرف رضاءِ الٰہی کے لئے ماہِ رمضان المبارک کو ایک نظام کے تحت، سحور فطور کی قیود کے ساتھ، دن بھر گذار دیا۔ یہ عمل محنت شاقہ اور عزم پیہم کے ساتھ ساتھ عقیدہ کی پختگی اور ایمان ویقین کی مضبوطی پر دلالت کرتا ہے۔ کہ صبح صادق سے لے کر غروب شمس تک ایک روزہ دار نے قطرۂ پانی بھی اپنے اوپر حرام کرلیا چہ جائیکہ کھانا پینا اور خواہشات پر عمل۔ حالت صیام میں یہ سب شجر ممنوعہ ہوگیا۔ ہاں اس قدر دقت طلب کام کے بعد جب افطار کرتا ہے تو ایک لذت اور لطف کا حصول ہوتا ہے۔ یہ لذت بے مثال اور

Scanned by CamScanner

روزہ کی فضیلت بے شمار، اس کی برکتیں لاتحصیٰ کہ یہ اسلام کے بنیادی ارکان میں اہم رکن ہے۔ اس رکن سے عہدہ برآ ہو جانے سے صحت جسمانی میں اعتدال، اور صحت روحانی میں کمال پیدا ہوتا ہے۔ تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور تزکیۂ نفس سے دل مجلّیٰ ہوتا ہے۔ اس ماہِ مبارک میں ادنیٰ سے ادنیٰ گناہ سے مومن کی حفاظت کے لئے پوری چوکسی موجود ہے۔ کہ اس وقت شیطان مقید اور محبوس ہے اس کی تگ و دو محدود اور وہ مجبور ہے۔ اس مبارک مہینہ میں اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہوتا ہے کہ جس نے رضاءِ الٰہی کے لئے اس ماہ کی قدر کی، یعنی اس کا حق ادا کیا تو اس پر رحمت خداوندی کا انعام ہوتا ہے۔ آخرت میں باب الریان اس کا منتظر ہے۔ یہ جنت کے دروازوں میں ایک دروازہ ہے۔ جو صرف روزہ داروں کے داخلہ کے لئے مخصوص ہے۔ اور جس نے خلوصِ نیت سے اس فرض کو ادا کیا اس پر شیطان کی گرفت کمزور ہو جاتی ہے یا بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

یہ نظامِ شریعت محمدیہ صلی اللہ علی صاحبہا کا ادنیٰ کمال ہے اس نظام پر چلنے میں راحت اور چھوڑنے میں زحمت، عمل کرنے میں نفع و کامیابی اور ترکِ عمل میں خسران و ناکامی ہے۔ مگر اللہ غفور الرحیم ہے توبہ کا دروازہ جانکنی تک کھلا ہے جو عمل کے کمزور ہیں ان کے لئے بھی نورِ ربانی بشکل آیات قرآنی اور احکام نورانی بشکل احادیث نبوی موجود ہیں۔ آسانی سے اس نور سے دل و جان کو منور کیا جا سکتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا تو ٹوٹی پھوٹی ہی ملی، آخرت میں کچھ بھی نہ ملے۔ واحسرتا۔ کیسا اذیت ناک دن ہوگا جب اعمالِ صالحہ سے تہی دستی کا نتیجہ سامنے ہوگا اور اعمال سیّۂ کی بہتات سے عتاب و عذاب کا مظاہرہ ہوگا۔ بلکہ اس کا ذائقہ ہوگا۔ کیا ہے کوئی جو اس کو برداشت کرے۔ نہیں کر سکتا نہیں کر سکتا، اس لیے لازم ہے کہ رب کریم کے ہر انعام کی قدر کی جائے اور اس کے ہر غضب سے ڈرا جائے۔ پس دیکھو کہ پڑوسی کے یہاں چولہا جلا ہے یا نہیں۔ غور کرو کہ یتیم بچے بلک تو نہیں رہے ہیں، دیکھو کہیں بیوائیں تڑپ تو نہیں رہی ہیں اگر باوجود ثروت کے یہ سب خامیاں ہیں تو ڈرو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اس مصیبت کا شکار ہو جاؤ۔ دن کے روزوں پر بس نہیں راتوں کا

Scanned by CamScanner

قیام۔ یعنی عبادت الٰہی کے نور سے منور ہونے والی راتیں اور رکعات تراویح اور تہجد کا سہارا لے کر بندۂ مومن و عاجز رب جلیل کے دربار میں حاضر رہتا ہے۔ بس اس اطاعت اور عبادت کے عوض عید کا دن عطا کیا گیا ہے اور اس کے منانے کا طریقہ بھی بتایا گیا، ایسا نہیں کہ کوئی بھی اپنی مرضی سے اس خوشی کے دن کو گذارے اور علی کیفہٖ عید منائے بلکہ آج بھی رب العزت کی کبریائی اور بڑائی بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آج کا ترانہ ہے

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد.

اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے۔ ان کلمات کے ساتھ عید گاہ کی طرف جانا ہے اور راستہ بدل کر لوٹنا ہے۔ یہ اجتماع عید قابل دید ہوتا ہے، اتحاد و اتفاق کی نوید ہوتا ہے، کہ امن و امان کے ساتھ جانا اور آنا۔ نمونہ بن کر خود کو پیش کرنا، نہ کوئی ہنگامہ ہے نہ شور، نہ ہی کوئی غوغا ہے نہ کوئی رکیک حرکت، بلکہ نہا دھو کر پاک صاف ہو کر نئے کپڑے پہن کر، تجمل اور آرائش کرنے کے بعد خوشبو لگا کر اس نغمہ قدوسی کے ساتھ دو رکعت شکرانۂ عید ادا کرنا ہے۔ جس میں چھ بار زیادہ اللہ کی بڑائی، اللہ اکبر کہہ کر بیان کرنا ہے۔ یہ کرم ان کا ہے کہ رمضان کے روزوں کا حکم دیا، جس نے اس حکم کی تعمیل کی اس کے لئے روزِ عید کا انعام ہے جس نے بلا عذر روزے چھوڑے اس کو عید گاہ میں آنے کا حق نہیں ہے۔ کیوں کہ اس نے ظلم کیا ہے، اپنے اوپر، اللہ کی نافرمانی کر کے، روزہ نہ رکھ کر اور دوسرا ظلم یہ کر رہا ہے کہ بلا استحقاق، مستحقین انعام کے ساتھ کھڑا ہے۔ جرم کے بعد انعام لینے والوں کی صف میں ہے۔

آج کے دن خوشی کی تکمیل ہوتی ہے۔ زکوٰۃ سے اور فطرہ سے، کہ صاحب نصاب اور اہل ثروت اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور غریبوں کے لئے اپنا درِ سخاوت وا کر دیں کہ آج کے دن کوئی بھوکا ننگا نہ رہنے پائے ہر ایک کا پیٹ بھرا ہو، غریب اور اس کے بچے تمناؤں اور حسرتوں میں مبتلا نہ ہوں بلکہ نئے نویلے کپڑے پہن کر اس خوشی میں شریک ہوں جس

Scanned by CamScanner

طرح اصحابِ ثروت اوران کے عیال۔

بارگاہِ ایزدی میں حضوری کے وقت تو یوں بھی فرق نہیں رہتا، کندھے سے کندھا ملا کرامیر وغریب، کالے گورے، چھوٹے بڑے، بادشاہ وفقیر غرض سبھی بارگاہِ احدیت میں شکرانۂ عید پیش کرنے آتے ہیں۔ پس کوئی دل حسرت زدہ نہ رہنے پائے اور کوئی آنکھ یاس کا شکار نہ ہونے پائے۔ اسی لیے آج کے دن فطرہ دے کرعیدگاہ کی طرف آنا ہے۔

آج کے دن جب بندے عیدگاہ کی طرف آتے ہیں تو رب العزت جن کے علم میں ہر بات ہے، اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ آج میرے بندے اس طرح صبح سویرے سے کیوں مشغول ہیں، نظافت میں طہارت میں نفاست میں عبادت میں۔ یہ کیوں جمع ہوئے ہیں عیدگاہ میں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں یاالہٰ العالمین یہ مزدور ہیں، اپنی مزدوری لینے آئے ہیں، انہوں نے تیری رضا کے لئے تیری خوشنودی کے لئے رمضان کا احترام کیا ہے، روزے رکھے ہیں اور راتوں کو تیری عبادت کی ہے اور نورِ عبادت سے اس کو منور کیا ہے۔ رب العزت فرماتے ہیں اے فرشتو تم گواہ رہنا میرے عزت وجلال کی قسم میری عظمت وشان کی قسم اس سے پہلے کہ یہ لوگ اپنے گھروں کو لوٹیں میں سب کی مغفرت کرتا ہوں، سب کی بخشش کرتا ہوں۔ سوچو کہ کیا تم نے خود کو اس بات کا مستحق بنایا ہے؟ اگر تم نے سوچ لیا اور وہ کرلیا جس کا حکم ہے تو تمہاری عید حقیقی عید ہے، تمہاری خوشی دائمی خوشی ہے ورنہ خسران ہی خسران ہے۔ اور یقین کرو اس خسران سے تم کو کوئی نہیں نکال سکتا سوائے اعمالِ صالحہ کے، اور مرضیاتِ الٰہی پر چلنے سے ہی تمہاری نجات ہے، فلاح ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی اس کی اصل یہی بیان کی ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک مقرر دن ہوتا ہے جس میں وہ لوگ تجمل کرتے ہیں اور خوب زینت کے ساتھ اپنے شہروں سے نکلتے ہیں اور یہ ایک رسم ہے کہ عرب وعجم کی کوئی قوم اس سے خالی نہیں اور جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کے لئے دو دن مقرر تھے کہ ان میں کھیل کود کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ دو روز کیسے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ان

Scanned by CamScanner

دونوں دنوں میں ایام جاہلیت سے ہی کھیل کود کرتے آئے ہیں۔آپ نے فرمایا حق تعالیٰ نے تم کو اس سے بھی بہتر دو روز اس کے بدلے عطا کیے اور وہ یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ دو روز جس میں لوگ کھیل کود کرتے تھے نیروز و مہرجان کے دن تھے اور ان دونوں کو اس لیے بدلا کہ لوگوں میں کوئی خوشی کا دن نہیں کہ اس کے پائے جانے کا سبب شعائر دین کی تعظیم یا ائمہ مذاہب کے موافق یا اسی قسم کی کوئی بات ہوتی ہے۔ پس نبی کریم ﷺ کو اس بات کا خوف ہوا کہ اگر آپ نے ان کو اس عادت پر چھوڑ دیا تو شعائر جاہلیت کی تعظیم اور ان کے اسلاف کے طریقہ کی ترویج پائی جائے گی۔ اس لیے آپ نے ان دو دنوں کو بدل دیا کہ ان میں ملت حنیف کے شعائر کی تعظیم پائی جاتی ہے اور ان دو دنوں میں تجمل و آرائش کے ساتھ ذکر الٰہی اور ابوابِ بندگی کو بھی ملایا تا کہ مسلمانوں کا اجتماع کھیل کود ہی نہ ہو اور ان کا اجتماع اعلاءِ کلمۃ اللہ سے خالی نہ ہو۔ ان دونوں دنوں میں سے ایک تو یہ دن ہے کہ روزہ سے فارغ ہوتے ہی ایک قسم کی زکوٰۃ ادا ہوتی ہے اس لیے دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں ایک فرحت طبعی جوان کو روزہ کی عبادت شاقہ سے فراغت پانے سے اور فقیر کو صدقات لینے سے حاصل ہوتی ہے اور ایک فرحت عملی کے خدائے تعالیٰ کی طرف سے عبادت مفروضہ کو ادا کرنے کی توفیق کی وجہ سے، اور اہل و عیال کو دوسرے سال تک سلامتی سے رکھنے کا انعام فرمانے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے، بس ان کلمات کے ساتھ آپ کو عید کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

۲۹ر جنوری ۱۹۹۸ء

Scanned by CamScanner

طوافِ کعبہ کی یاد میں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم و اذ جَعَلْنَا البیت مَثَابَةً لِلّناسِ و اَمْنًا وَ اتَّخِذوا من مَقامِ اِبراھیم مصلّٰی. و عَھدنا الی ابراھیم و اسماعیل ان طِھّرا بَیْتِیَ للطائفینَ والعاکفین والرکع السجود.

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس گھر یعنی خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ مقرر کیا اور امن کا مقام بنایا۔ ہر سال لوگ حج کرنے آتے ہیں اور عذابِ دوزخ سے مامون ہوجاتے ہیں اور یہاں کوئی کسی پر ظلم وزیادتی نہیں کرتا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔ اسی لیے طواف کعبہ کے بعد مقامِ ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز کا حکم ہے اور یہ حکم استحبابی ہے۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر کیا، اس کی صفت یہ تھی جوں جوں تعمیر دیوارِ کعبہ بلندی کو پہنچتی تھی یہ پتھر بھی اسی قدر بلند ہوتا جاتا تھا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نیچے اترنا ہوتا تو یہ پتھر نیچے ہو جاتا۔ یہ پتھر بھی حجر اسود کے ساتھ جنت سے لایا گیا تھا۔ تعمیر کعبہ کی تکمیل کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم خداوندی لوگوں کو حج کے لئے پکارا تھا۔ واذن فی الناس بالحج یا تُوک رجالاً و علی کل ضَامر یَأتِین من کل

فجِ عمیق. حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اذان کو عالم ارواح تک اللہ نے پہنچایا اور جس کی روح نے جتنی بار لبیک کہا اسی کے مطابق وہ حج وعمرہ کے لئے خانہ کعبہ میں حاضری دے گا۔ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام سے اللہ نے عہد لیا کہ میرے اس گھر کو پاک و صاف کرنا طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے۔ چنانچہ اسی وقت سے لوگ طواف حج کے لئے جانے لگے۔ بعثت نبوی ﷺ سے قبل ایام جاہلیت میں بھی طواف ہوا کرتا تھا لیکن حضرت نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کے ساتھ جب حج کیا تو سارے مناسک اور طریقے صحابہؓ کرام نے دیکھا اور انہیں مناسک کے نہج پر آج تک فریضہ حج کو ادا کیا جاتا ہے۔

طوافِ کعبہ کی یاد میں ایسے موقع پر کچھ کہنا، ارجمندی ہے کہ اکنافِ عالم سے جب بندگانِ خدائے واحد، حج کے لئے مکہ معظّمہ میں بیت عتیق کے پاس ہر سال کی طرح جمع ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو باری تعالیٰ کے کرم سے فیضیاب ہو رہے ہیں اور رحمت و غفران کی بارش سے سیراب ہو رہے ہیں۔ قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جنہوں نے مسجد حرام کا قصد کیا، حج وعمرہ کی نیت کی، مکہ کا عزم کیا، جب اللہ نے ان کو استطاعت بخشا، کتنے ایسے ہیں جو بسہولت زادِراہ اکٹھا کر کے گئے اور بہت ایسے ہیں جنہوں نے کوڑی کوڑی جمع کر کے اپنا پیٹ کاٹ کر عمر بھر کی کمائی کو اس نعمت کے حصول کے لئے پیش کر دیا۔ یہ صرف سفر نہیں ہے، بلکہ دل و جاں نذر کرنے کی بات ہے۔ مشقتیں، صعوبتیں اٹھائیں کہ دیارِ کعبہ دیکھ لیں۔ بیت اللہ کا دیدار کر لیں، طواف کر لیں، مسجد حرام میں نماز پڑھ لیں، مشاعر اسلام کو آنکھوں سے لگا لیں اور فریضہ ادا کر کے غفران کے مستحق ہوں۔ صاحبو جس طرح ہر بڑی جگہ جانے کا کچھ دستور اور اہتمام ہوتا ہے اسی طرح دربارِ خداوندی میں حاضری کے بھی آداب ہیں کہ میقات پر احرام ہو۔ بغیر سلے ہوئے دو کپڑوں میں مردوں کو احرام باندھنا ہے، خواتین کے لئے یہ شرط نہیں۔ غرض شوق کو رہبر اور ذوق کو رہنما بنا کر کعبہ پہنچ کر ربِ کعبہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ بادشاہ ہو یا فقیر احکم الحاکمین کے گھر میں ایک ہی لباس

Scanned by CamScanner

میں داخل ہوگا۔ جس قدر پریشاں حال، الجھے بال ہوگا جس قدر اس کی عاجزی کا اظہار ہوگا، اپنے گناہوں پر جس قدر پشیمان ہوگا اسی قدر وہاں عفو و رحمت کا سامان ہوگا۔ احرام کے بعد سب کی زبان پر ترانۂ لبیک ہوتا ہے۔

لبیک اللھم لبیک. لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنّعمة لک و الملک لاشریک لک.

حاضر ہوں میرے اللہ حاضر ہوں بار بار حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں تمام تعریف وستائش اور تمام رحمت و نوازش تیرے لیے اور تیری بادشاہت ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔ خانۂ کعبہ کی شان یہ ہے یہ پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لئے مکہ میں بنایا گیا اور یہ بابرکت ہے اور سارے عالم کے لئے ہدایت ہے۔ قرآن مجید میں مکہ معظمہ زادھا اللہ **شرفاً و تعظیما کو بکه بلد امین** اور **ام القریٰ** کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ یہاں برکت والا گھر ہے یہ امن والا شہر ہے اور سطح زمین یہیں سب سے پہلے پانی سے ظاہر ہوئی اس لیے ام القریٰ بھی کہا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ بنایا طواف کیا۔ طوفان نوح کے بعد وہاں بنیادوں کا نشان رہ گیا۔ انہیں قواعد [(۱)] پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ مبارک گھر تعمیر کیا اور اس کو طواف کرنے والوں، رکوع و سجود کرنے والوں اور معتکفین [(۲)] کے لئے پاک صاف کیا۔ حالت نجاست میں طواف کرنا منع ہے۔ طواف کعبہ ایسی خاص عبادت ہے جو صرف اور صرف خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانے سے ادا ہوتی ہے۔ چکر کو عربی زبان میں ''شوط'' کہتے ہیں۔ اور سات شوط کا ایک طواف ہوتا ہے۔ طواف قدوم وزیارت کے علاوہ اہم اور ضروری رکن وقوفِ عرفہ ہے۔ یعنی ۹/ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں قیام بہ نیت حج، وقوفِ عرفہ کے بعد حاجی کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ سعی [(۳)] صفا و مروہ، قربانی حلق و قصر یہ سب تدریجاً ارکان و

---

(۱) بنیادوں۔

(۲) اعتکاف کرنے والے۔

(۳) سعی جو صرف صفا و مروہ کے درمیان چل اور دوڑ کر کی جاتی ہے۔

Scanned by CamScanner

لوازماتِ حج ہیں۔ دیگر فرائض اور ارکان اسلام کو دنیا کے کسی بھی گوشہ اور حصہ میں ادا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن طواف صرف خانہ کعبہ، بیت عتیق کے پاس ہوسکتا ہے۔ اس لیے وہاں پہنچنے والوں کو زیادہ سے زیادہ طواف کرنا چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ نے حجر اسود سے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر طواف شروع فرمایا۔ حجر اسود کے بعد ملتزم ہے جو بابِ کعبہ اور حجر اسود کے درمیان ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے سینہ منورہ اور رخسار مجلّٰی کو ملتزم سے لگایا ہے اور ملتزم سے چمٹ کر دعائیں مانگی ہیں [1]۔ پھر بابِ کعبہ ہے جس کے نیچے دست سوال دراز ہے چشم پرنم ہے۔ دل حاضر ہے، گناہوں سے مغفرت طلب کی جارہی ہے۔ اللہ اللہ، کعبہ کا جلال، غلاف کا جمال، بیت اللہ کا کمال، کہ دیکھا کرو، جی نہیں بھرتا۔ بدن تھک جائے پر دل نہیں تھکتا۔ حج مقبول کی یہ دلیل ہے کہ بار بار آدمی حج کی تمنا کرے اور طواف کا ارادہ کرے۔ بہر حال بندہ یہاں روتا ہے، گڑگڑاتا ہے، اپنی، اپنے والدین اور ساری امت کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتا ہے۔ حجر اسود کو جس نے چوما، گویا خدا کے ہاتھ کو چوما، جس نے چھوا گویا خدا کے ہاتھ کو چھوا، یہ خوش بختی وہاں جائے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ طواف کرنے والے، حجر اسود کو چومنے کے لئے سبقت کرتے ہیں اور زور آزمائی بھی کرتے ہیں جو خلافِ احترام ہے۔ شاید شوق و ذوق میں ہوش و حواس گم ہوجاتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ سانس بھی جلالِ الٰہی سے گم ہوجاتی ہے، محسوس نہیں ہوتی۔ بابِ کعبہ کے بعد حطیم ہے اس کے اندر حجرِ اسماعیل ہے، جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پرورش ہوئی تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو وادیٔ غیر ذی ذرع میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ گھر بنانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں کی خصوصیت اسی گھر کی تعمیر تھی کہ وہیں چھوڑا جائے جہاں بیت اللہ الحرام ہے۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی ذرع عند بیتک المحرم.

---

(۱) اگر کوئی اس تصور کے ساتھ ملتزم سے چمٹے تو کیفیت کچھ اور ہی ہوگی۔

Scanned by CamScanner

حطیم پہلے خانہ کعبہ میں ہی تھا۔ چنانچہ آج بھی طواف حطیم کے باہر سے کیا جاتا ہے۔ ایک طرف رکن یمانی ہے جہاں ستر ہزار فرشتے طائفین (۱) کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ طواف بھی نماز کی طرح عبادت ہے فرق یہ ہے کہ نماز میں کلام نہیں اور طواف میں گفتگو کسی قدر مباح ہے۔ ویسے ذکر کرنا ہی مسنون ہے۔ بہر حال طوافِ کعبہ کرنے والے کے ذوق وشوق اور جذب و کیف پر منحصر ہے جس قدر خلوص ہوگا اسی قدر لذت ہوگی جس قدر شرمساری ہوگی اسی قدر مغفرت ہوگی اور دیارِ نکہت و نور میں اس کی خاطر داری ہوگی۔

میں نے درِ کعبہ کے پاس ایک عربی النسل خوبصورت نو جوان کو برق دم لباس میں دو کلمات کہتے سنا تو اپنی دعا بھول گیا وہ کہہ رہا تھا الٰھی انت مقصودی و رضاک مطلوبی اللہ اللہ اس کا کیا مقام ہوگا جس کا مقصود ذاتِ باری تعالیٰ اور جس کا مطلوب رضاءِ الٰہی ہو، یہی وہ مقام ہوتا ہے جس کو کہتے ہیں من کان لِلّٰہِ کان اللہ لہ اگر یہ ہے تو پھر وہی کیفیت ہوتی ہے کہ گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود، افسوس کے تمام نعمتیں، برکتیں، شعائر، نشانیاں اور کتاب مبین موجود ہے پھر بھی لوگ اتباع نہ کر کے قعر مذلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ آخر اُدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا کرے طوافِ کعبہ اور حج وعمرہ کی سعادت عطا فرمائے۔

دنیا کے بتکدہ میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

اے دیارِ کعبہ کے راہی، اے حجاز کے مسافر، وہاں کے ذروں کا سرمہ لگانے کی تمنا رکھنے والے یاد رہے کہ یہاں حسنات پر ہزار گنا اجر ہے تو سیئات پر عذاب بھی مستزاد ہے۔ بس بچنا گناہ سے، پھونک پھونک کر قدم رکھنا، ادب و احترام کو ہاتھ سے جانے نہ دینا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اعمال اچک لیے جائیں، خانۂ کعبہ کے پاس ہمہ وقت ایک سو بیس رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ طواف کرنے والوں کو ساٹھ، نمازیوں کو چالیس اور دیدار کعبہ

---

(۱) طواف کرنے والے۔

Scanned by CamScanner

کرنے والوں کو بیس نیکی عطا ہوتی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ جو لوگ گئے ہیں یا جائیں گے ان کو حج مبرور، سعی مشکور اور نَحْرِ[1] مقبول عطا کرے اور سب کی بال بال مغفرت کرے۔

والسلام علیکم و علی من اتبع الھدیٰ و رحمتہ اللہ و برکاتہ.

۲۵ر جولائی ۱۹۸۸ء

(۱). قربانی

Scanned by CamScanner

عیدالاضحیٰ

عیدالاضحیٰ جسے عرف عام میں بقرہ عید کہا جاتا ہے اور کچھ لوگ اسے عیدالضحیٰ بھی کہتے ہیں۔ مؤخرالذکر اصطلاح صحیح نہیں کیوں کہ اس سے معنوی فرق پیدا ہو جاتا ہے اور مقصد کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔ کیوں کہ اضحیٰ کے معنی قربانی اور ضحیٰ کے معنی چاشت کے ہیں۔

بہر حال عیدالاضحیٰ بھی عیدالفطر کی طرح ہر سال آتی ہے اور اپنی جلوہ سامانیاں ساتھ لاتی ہے۔ شریعت مطہرہ کی روشنی سے قربانی کا جذبہ دلِ مومن میں ابھر آتا ہے اور وہ اللہ کی رضا کے لئے سنت ابراہیمی کو تازہ کرتا ہے۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دونوں کا منشاء اللہ کی طرف سے انعام واکرام کی بارش اور لطف وکرم کی نوازش ہے اور بندوں کے لئے بخشش و غفران کا مژدہ ہے کہ جس نے متعلقہ شروط کو پورا کیا وہ انعام کا مستحق ہے۔

زمانہ قدیم سے آج تک ہر قوم و مذہب اور ہر ملک وملت میں کچھ خوشی اور مسرت کے دن اور تہوار کے مواقع چلے آئے ہیں۔ اسی طرح عیدالفطر و عیدالاضحیٰ بھی ملت اسلامیہ کے دو عظیم الشان تہوار ہیں جن میں خوشی کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر قوم کے لئے ایک عید ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ سنت ابراہیمیؑ پر عمل کے ساتھ اس کے کچھ طور طریقہ بھی شارع علیہ السلام نے بتائے ہیں تاکہ وحدانیت پر ایمان رکھنے، اور خیر امت کا خطاب پانے والوں کی عید دوسرے تہواروں سے ممتاز ہو۔

کرہ ارضی پر تقریباً ہر جگہ عید اور خوشی منائی جاتی ہے اور اپنے اپنے طور پر سبھی قومیں

Scanned by CamScanner

اپنے خوشی کے دن مناتی ہیں۔ زمانۂ قدیم کی طرح آج بھی شوروغوغا، غل غپاڑہ، کھیل تماشہ، میلہ ٹھیلہ، سرکس ودنگل کر کے ایسی خوشی کے موقع پر لوگ اظہار مسرت کرتے ہیں۔ اس میں بھیڑ بھاڑ، آپس میں ملنا جلنا اور مبارکبادی کا سلسلہ بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ لوگ سال میں دوروز خوشی مناتے ہیں، اور خوشی کے ساتھ کھیل تماشہ، کرتب بازی وغیرہ کرتے ہیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بہتر دو دن خوشی کے لئے عطا کیے ہیں اور یہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن ہیں۔ ایک تو رمضان کے روزوں کے انعام کے طور پر اور دوسرے یہ عیدالاضحیٰ سنت ابراہیمی پر عمل کرنے والوں کے لئے۔ آج کے اس عمل قربانی میں حاجیوں کی مماثلت بھی ہے کہ وہ ٩/ذی الحجہ کو حج سے فارغ ہوکر ١٠/ذی الحجہ کو منیٰ میں قربانی کرتے ہیں۔ منیٰ، مکہ معظمہ اور عرفات کے درمیان مزدلفہ سے قریب وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کی تھی۔ غرض سال میں خوشی کے یہ دو دن بھی دو تہواروں نیروز و مہرجان کی جگہ پر ہیں جو اہل مدینہ میں رائج تھے۔ تہواروں کی کمیت باعتبار دن کے دو ہی رہیں لیکن کیفیت کے لحاظ مذہب اسلام کے مزاج کے مطابق طریقہ بدل دیا گیا کہ لعو ولعب کی جگہ سنجیدگی اور وقار، کھیل تماشے کے بجائے ذکر وتذکار، میلہ ٹھیلہ کے بجائے عیدگاہ کی رونق، حرکت پہلوانیہ کے بجائے قوتِ روحانیہ، تاکہ عیدِ جسمانی کے ساتھ یہ عیدِ روحانی بھی بن جائے۔ جس کے اثرات ظاہر و باطن میں پیوست، کہ نئے نویلے اور صاف ستھرے کپڑے، صبح خیزی، رات کی عبادت، مسواک سے دانت بھی صاف، غسل سے بدن بھی پاک ومنزہ، عیدگاہ کی طرف پیدل روانگی اور راستہ کا بدل کر واپس آنا، زبان پر رب العزت کی کبریائی

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کا ترانہ، آج خوشی کا دن ہے تو دو رکعت بارگاہِ ایزدی میں بطور شکرانہ ادا کرنا ہے۔ اور رب کی

کبریائی کا بیان واعلان چھ بار اللہ اکبر کہہ کے کرنا ہے، جو دو رکعتیں نماز عید کی ہیں اس میں یہی چھ تکبیرات زائد ہیں اور خطبہ بھی سننا واجب ہے اور یہ سب تزکیہ نفس اوز بلندئ درجات اور پروانہ غفران کے لئے ہے۔ آج کی عید کا خاص مقصد حضرت ابراہیم عایہ السلام کی سنت کو تازہ کرنا ہے۔ جو آج کی عید کا خاص نشان ہے اور اسکی علامت ہے اسی لیے اس عید کو عید الاضحیٰ یعنی قربانی کی عید کہتے ہیں جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ اس عید میں کچھ حاجیوں سے مماثلت بھی ہے کہ ۹رذی الحجہ کو وہ حج سے فارغ ہو کر ۱۰رذی الحجہ کو منیٰ میں اپنی قربانی کرتے ہیں اور وہ سنت ابراہیمی کو وہاں تازہ کرتے ہیں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کو اس قدر پسند فرمایا کہ اس کو ذبح عظیم کا نام دیا اور اس کی یاد کے لئے صاحب نصاب کو قربانی کا حکم دیا تا کہ تا قیام قیامت اور جب تک روئے زمین پر کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کہنے والے موجود ہیں وہ ہر جگہ اور ہر سال سنت ابراہیمیؑ کو تازہ کریں۔ صحابہؓ کرامؓ نے حضرت نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ **ماھذہٖ الاضاحی یا رسول اللہ** تو آپ نے فرمایا **سنَّةَ ابیکم ابراھیم** یہ قربانی کیا ہے اے اللہ کے رسول ﷺ؟ تو فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خاص طور پر اپنی راہ میں قربانی کا حکم دیا۔ تفصیل اس طرح ہے کہ جب آتش نمرود سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو نجات دی، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی خوشنودی کے لئے بیت المقدس کی طرف ہجرت کر گئے تا کہ وہاں دین کی ہدایت مل سکے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایک قافلہ تھا جس میں حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام کی بہن بھی ہجرت میں ساتھ تھیں۔ بیت المقدس میں حضرت ابراہیم عایہ السلام نے ایک فرزند کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی ایک فرزند دانا، اور حلیم حضرت ہاجرہ کے بطن سے عطا کیا جو حضرت اسماعیل عایہ السلام

Scanned by CamScanner

تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب سن بلوغ کو پہنچے تو اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ کوہ عرفات پر گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کرر ہا ہوں اور اللہ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں تمہیں ذبح کروں۔ یہ بات کہہ کر باپ نے بیٹے سے کہا کہ تم سوچ سمجھ کر جواب دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ اپنے پروردگار کو میری قربانی سے خوش کر دیں۔ مجھے ہر حال میں صابر وشاکر پائیں گے۔ بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے متواتر ۳ روز یہی خواب دیکھا۔ پھر اپنے ارادہ میں پختہ ہو کر اپنے بیٹے کو لے کر چلے اور منیٰ میں آ کر آنکھ پر پٹی باندھ کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹایا اور چھری پھیر دی۔ پھر آوازِ غیبی آئی **قد صدقت الرؤیا انا کذلک تجزی المحسنین** آنکھ سے پٹی ہٹا کر دیکھتے ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام الگ کھڑے ہیں اور وہاں ایک جنتی مینڈھا ذبح کیا ہوا پڑا ہے۔ یہ قدرت کی آواز تھی کہ اے ابراہیم تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوستی اور یہ خُلّت اللہ کو اس قدر پسند آئی کہ تا قیام قیامت ان کی اس سنت کو جاری کر دیا جس کو بطورِ یادگار امت مسلمہ عیدالاضحیٰ کے روز اپنی قربانی پیش کر کے خدا کے یہاں سرخروئی کا سامان پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری قربانیوں کو قبول کر لے۔ ہمارے اندر قربانی کا جذبہ پیدا کرے تا کہ ہر اچھے کام کے لئے ہم قربانی کریں۔

۱۴ر جولائی ۱۹۸۹ء

Scanned by CamScanner

قربانی کا فلسفہ

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد.

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قُلْ اِنَّ صَلَاتِی و نُسُکِی و مَحْیایَ و مَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِیْنَ.

کہہ دیجیے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

آج یوم النحر ہے، قربانی کا دن ہے۔ آج عید الاضحیٰ ہے یعنی قربانی کی عید۔ یہ عید ملت اسلامیہ کے دو بڑے تہواروں میں سے دوسرا بڑا تہوار ہے۔ پہلا بڑا تہوار عید الفطر ہے جو قمری سال کے مہینوں کے لحاظ سے پہلے آتا ہے اور عید الاضحیٰ کا تہوار جو دوسرا بڑا تہوار ہے قمری سال کے آخری ماہ ذی الحجہ میں آتا ہے۔ اس کی تاریخ بھی عید الفطر کی طرح ہے کہ جب حضرت محسن اعظم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ بھی تمام عرب و عجم کی طرح تہوار مناتے ہیں۔ چنانچہ ان کے وہ تہوار مہرجان و نیروز تھے جس میں اہل مدینہ کھیل کود کرتے تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ خوشی کے یہ دو دن ہمارے اسلاف سے ایسے ہی چلے آرہے ہیں۔ اس رسم سے ہمارا سماجی لگاؤ ہے اور ہم ان رسوم سے روایاتِ قدیمہ کو تازہ کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

تمہارے ان دودنوں سے بہتر عیدین کے دودن تم کو خوشی منانے کے لئے دیئے ہیں۔ راز کی بات یہ ہے کہ رسم ورواج جاہلیہ کی یاد ختم ہو جائے گی اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کی روشنی میں ایمان کے معیار پر یہ دونوں خوشی کے دن منائے جائیں گے۔ چنانچہ عیدالاضحیٰ کو شعار وعلامت کہا گیا اور تذکار خلیل وذکر ذبیح کے طور یادگار قرار دیا گیا تو عیدالفطر کو انعام و اکرام فی جزاء الصیام کہا گیا۔

یوم عیدالاضحیٰ یعنی ۱۰ر ذی الحجہ اور اس کے دو اگلے دن یعنی ۱۱/۱۲ر ذی الحجہ بھی قربانی کے دن ہیں۔ ان میں سے کسی روز یا تینوں دن خداوند قدوس کی رضا کے لئے قربانی پیش کی جائے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں ہے کہ انہوں نے اپنے جگر گوشے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو پیش فرمایا تھا۔ جس کے عوض اللہ تعالیٰ نے انہیں ذبح عظیم عنایت فرمایا تھا۔ چنانچہ امت محمدیہ صلی اللہ علیٰ صاحبہا کو آج کے دن قربانی کرنے کا حکم دیئے جانے سے ملت حنیف کے داعی کے حالات کی یاد دہانی مقصود ہے اور ذکر وتذکار و یادگار کو عید یعنی یوم مسرت سے عبارت کیا گیا کہ یہ خوشی قربانی دے کر، رب کی کبریائی بیان کر کے منائی جائے۔ کیوں کہ یہ ملت حنیف کا شعار ہے نہ کہ رسم جاہلیہ کا تذکار۔ اطاعت خداوندی کا اظہار ہے نہ کہ لہولعب میں تضیع اوقات۔ نقد جان و مال نذر کرنے کی بات نہ کہ ہنسی ٹھٹھا اور مذاق۔ قربانی پر شکر و مسرت نہ کہ رنج وملال اور آج کی قربانی میں حجاج کی مشابہت ہے کہ وہ منیٰ میں جس قربانی میں مشغول ہیں بعد مسافت کے باوجود سارے عالم کو اس کا شوق دلانا تھا اور اس کی مماثلت مقصود تھی چنانچہ آج تکبیر بھی کہنا مسنون ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار امتحان لیے اور ان میں سب سے عظیم امتحان حضرت اسماعیل کی قربانی کا امتحان ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ سے صحابہ کرام کا سوال کہ ماھٰذاہ الاضاحی یا رسول اللہ۔ یعنی یہ قربانیاں کیا ہیں اے اللہ کے رسول۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا سنۃ ابیکم ابراھیم یہ تمہارے باپ ابراہیم کی

Scanned by CamScanner

سنت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث[1] دہلویؒ نے اس نکتہ کو پیش فرمایا ہے کہ قربانی کا راز یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فعل کی مشابہت ہے۔ اور اللہ کی اس نعمت کی یاد دہانی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی اور آج کے دن اس کام کی انجام دہی پر تزکیۂ نفس اور تنبیہ قلب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں تین بار اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا۔ پہلے دوسرے خواب کو وسوسہ شیطانی تصور کیا لیکن تیسری شب کے خواب کو ارشاد ربانی یقین کرتے ہوئے حضرت اسماعیل سے کہا کہ یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری. اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب میں تمہیں ذبح کرتے ہوئے دیکھا ہے اب تمہاری رائے کیا ہے؟ فرمانبردار بیٹے نے فوراً کہا قال یا ابت افعل ماتومَر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین اے میرے باپ آپ وہ کر گذریئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ انشاء اللہ مجھے صابرین میں پائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کی قربانی پیش کردی اور قد صدقت الرؤیا کی صدائے قدوسی سنا تو دیکھتے ہیں کہ جنّتی مینڈھا ذبح کیا ہوا پڑا ہے اور حضرت اسماعیل کنارے کھڑے ہیں۔ دل پر جبر کا کیا انداز تھا کہ پیارے بیٹے کو قربان کررہے ہیں تاکہ خُلّتِ الٰہی میں کوئی شریک نہ ہو۔ یہ فلسفہ قربانی ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر بیٹے کی قربانی طلب فرمائیں تو اس کو بھی بخوشی پیش کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ فرمانبردار بیٹا باپ کے ہر حکم کو رضاءِ الٰہی کے لئے مان لیتا ہے کہ یہی بندگی اطاعت اور محبت کا تقاضا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک باپ کو رضاءِ الٰہی کے لئے بیٹے کی قربانی سے دریغ نہیں اور ایک فرمانبردار بیٹے کو باپ کے حکم و خواہش سے مفر نہیں۔ ایسے مشکل مرحلہ سے گذرنا اور اس میں کامیاب ہونا یہ ابراہیم خلیل جیسے پیغمبر جلیل کا حق تھا

---

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں رقمطراز ہیں کہ والسِرُّ الهدى، التشبه بفعل سيدنا ابراهيم عليه السلام فيما قصد من ذبح ولده فى ذلك المكان طاعة لِربّهٖ و توجهاً اليه والتذكر لنعمة الله به و فعل مثل هذا الفعل فى هذا الوقت والزمان بنيته النفس اى قلب.

کہ خدا کے سوا کسی کی محبت و دوستی کا شائبہ نہ ہو۔ بس وہ خلیل اللہ ہو گئے اور اسماعیل ذبیح اللہ ہو گئے۔ اس واقعہ جلیلہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب قربانی کی طلب ہو تو قربانی پیش کرنا چاہیے چاہے وہ اللہ کے حکم پر ہو، نبی کی سنت پر یا اپنی عزت و ناموس کے لئے یا ملک و ملت اور ارضِ وطن کو بچانے کے لئے یا مادرِ وطن کو ترقی تک پہنچانے کے لئے ہو۔ کیوں کہ حُبّ الوطن من الایمان کا مژدہ موجود ہے جس میں اس قربانی سے جذبہ جاں سپاری برائے وطن اور برائے قوم کا سبق بھی ملتا ہے اور ہم ایک اچھے شہری اور اچھے انسان کی حیثیت سے قوم و وطن کے لئے اس کے امن و امان کے لئے اور باہمی محبت اور یکجہتی کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔ کیوں کہ عزتِ نفس اور ناموسِ وطن کے لئے اخوت و محبت کی فضا قائم کرنے کے لئے ہر قربانی کا سبق ہمارے مذہب نے بتایا اور ہماری تاریخ نے ہمیں سکھایا ہے جس پر ہم عمل پیرا ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ عید قرباں کی مبارکباد قبول فرمائیں۔

و آخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین.

۱۶/اگست ۱۹۸۶ء

عید قرباں اور اس کی اہمیت

یکم شوال کو آپ نے عید الفطر منایا اور اب ۱۰ر ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ یعنی عید قرباں یا بقرعید منا رہے ہیں۔ اسلام میں یہ دونوں دن انعام واکرام کے ہیں جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور ان میں عظیم برکتیں شامل ہیں اور فضائل کے اعتبار سے کامل ہیں۔ چونکہ مومن صادق کی زندگی کا مطلوب رضاءِ الٰہی اور اس کی حیات دنیاوی کا مقصود خود ذاتِ الٰہی ہے اس لیے اس کا ہر عمل مغفرت وغفران اور فلاحِ اخروی پر منحصر ہے۔ اور ان دونوں مبارک دنوں یعنی عید الفطر وعید الاضحیٰ میں عید گاہ آنے والوں کی مغفرت ہے۔ عید الفطر میں روزہ و فطرہ کے عوض اور عید الاضحیٰ میں قربانی اور اضاحی [1] کے بدلے مغفرت اور قبولیت ہے اور یہ قبولیت ہی عقبیٰ کی کامیابی کی دلیل ہے۔

عید اگر تہوار ہے اور خوشی ومسرت کی علامت ہے تو شکرانہ عبادت بھی ہے۔ ازمنۂ قدیمہ سے ہر قوم کے لئے کچھ دن خوشی کے تھے۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں سال میں دو تہوار نیروز ومہرجان کے نام سے خوشی منانے کے لئے مختص تھے اور تہوار سے عبارت تھے۔ جس میں کھیل کود، تفریح، پہلوانی کا مظاہرہ اور طاقت آزمائی کا مقابلہ ہوتا تھا۔ [2] شوروغوغا طبل ونغمہ کے ساتھ سباق الخیل [3] ہوتا اور بہادری کے کارنامے اور کمالات دکھائے

---

(۱) جانور کی قربانی۔

(۲) دنگل۔

(۳) گھوڑ دوڑ۔

Scanned by CamScanner

جاتے[1] اور میلہ ٹھیلہ سے زینت و رونق ہوتی تھی۔ شاید اسی لیے اب تک تہوار کے موقعوں پر کھیل تماشہ سرکس و میلہ ٹھیلہ کا رواج چلا آ رہا ہے۔ اور اسلام کا مزاج یہ ہے کہ کہیں اور کسی حال میں بھی کسی موقع پر بھی یادِ الٰہی سے غفلت نہ ہو۔ اسی لیے عید الفطر میں فطرہ، صدقات و خیرات دے کر اور عید الاضحیٰ میں قربانی کر کے بانیٔ ملتِ حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یاد تازہ کرنا اور خوشی منانا ہے اور دونوں ہی عید میں دو رکعت شکرانہ مع چھ تکبیرات زائد کے ادا کرنا ہے۔ اور ایام تشریق یوم عرفہ یعنی ۹؍ ذی الحجہ کی فجر سے ۱۳؍ ذی الحجہ کی عصر تک تکبیر تشریق ہر فرض نماز کے بعد کہنا ہے۔ یہی قول و عمل حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور دوسرے صحابہؓ کا بھی تھا کہ اس میں حاجیوں کی پیروی بھی ہے اور یادِ الٰہی کے ساتھ سنت ابراہیمی کی تکرار بھی۔ عید گاہ میں دوگانۂ شکر بھی ادا کرنا ہے۔ ایام تشریق میں **اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد** سے رب العزت کی کبریائی کا بیان کرنا، حاجیوں سے مشابہت بھی اختیار کرنی ہے۔ سب سے بڑھ کر جو صاحب نصاب ہیں ان کو سنت ابراہیمی کو زندہ رکھنے کے لئے قربانی پیش کرنا ہے۔ یہی ملت ابراہیمی کی عید ہے جس میں اللہ کی محبت کی خاطر ہر چیز کے قربان کرنے کا عہد و پیمان ہوتا ہے اور بطور اسوۂ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عمل کی یاد تازہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آج کے دن حجاج منیٰ میں اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں اور اس کی مماثلت میں تم اپنے مقام پر اس سنت کو تازہ کرتے ہو۔ منیٰ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی پیش کی تھی۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، ان صلاتی و نُسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین** (سورۂ انعام ۶، آیت ۱۶۷) بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ یہ جذبہ کب ہوگا جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی اور اس کی محبت میں جس چیز کی قربانی مطلوب ہو،

---

(۱) سرکس۔

Scanned by CamScanner

اس کو قربان کر دیا جائے۔ یہی دلیلِ محبت ہے۔ دنیا والوں اور دنیاوی محبت میں آدمی کتنے پاپڑ بیلتا ہے، اور کتنی مصیبتیں اٹھاتا ہے، دردر کی ٹھوکریں کھاتا ہے، عقل و ہوش سے گذر جاتا ہے، دیوانہ و مجنون ہو جاتا ہے، بالآخر اس کا قصہ تمام ہو جاتا ہے۔ اور اس کا جو حال ہوتا ہے وہ دنیا والے دیکھ لیتے ہیں، کچھ دنوں تک کچھ یاد رکھ لیے جاتے ہیں اور کچھ محو ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم آخرت میں ان کا کیا ہوگا۔

زمانہ قدیم سے دنیا کی تمام قومیں اور اس کرۂ ارضی پر بسنے والے تمام مذاہب کے ماننے والوں میں سے کچھ لوگ اپنے مذہبی عقیدے کے مطابق اور کچھ لوگ اپنے آباء و اجداد کی تقلید میں یا اپنے ذوق و شوق کے مطابق سال میں کچھ خوشی کے دن مناتے تھے۔ چنانچہ ہمیں قرآن مجید سے تین عیدوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک قومِ ابراہیم کی عید، اس روز یعنی عید کے دن قوم، عید گاہوں میں جانے کو تیار تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں بیمار ہوں نہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ آپ کے دین پر نہ تھے۔ یہ قومِ ابراہیم کی عید تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نہیں اور نہ امت ابراہیم کی۔

دوسری عید قوم موسیٰ کی عید تھی جس کو قرآن مجید نے **موعدکم یوم الزینۃ** سے بیان کیا ہے۔ اس دن کو زینت کا دن اس لیے کہا گیا کہ اس روز فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ اور موسیٰ اور ان کی قوم کے لئے یہ خوشی کا دن تھا کیوں کہ آج ظالموں کو ہلاک کر کے قومِ موسیٰ پر ظلم کا باب بند کر دیا گیا تھا۔

تیسری عید قومِ عیسیٰ کی عید تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون عیداً لاولنا و آخرنا** اے اللہ ہمارے اوپر آسمان سے ایک خوان نازل فرما جو اول سے آخر تک ہمارے لیے عید اور بڑی نشانی ہو اور چوتھی عید حضرت محمد ﷺ کی امت کی عید ہے جو سال میں دو بار آتی ہے۔

پچھلی قوموں کے لئے یہ خوشی کے دن کھیل کود، تماشہ، میلے ٹھیلے سے عبارت تھے۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں بھی قبل اسلام یعنی زمانہ جاہلیت میں سال کے دو دن نیروز و مہرجان

خوشی کے دن اور تہوار تھے۔ شارع علیہ السلام کے دریافت فرمانے پر لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے آباء واجداد کو ایسے ہی خوشی مناتے ہوئے دیکھتے چلے آرہے ہیں، اس لیے ہم بھی یہ عمل کرتے ہیں اور دو دنوں میں خوشی مناتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم کو رب العزت نے ان دو دنوں کے بدلے میں دو بہتر دن خوشی منانے کے لئے دیئے ہیں، تم ان میں خوشی بھی مناؤ اور اللہ کی بڑائی بھی بیان کرو۔ ان میں ایک خوشی کا دن عیدالفطر ہے جو رمضان المبارک کے روزوں کے بدلے بطور انعام واکرام دیا گیا ہے اور خوشی منا کر دوگانۂ شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ دوسرا خوشی کا دن یہ عیدالاضحیٰ ہے، عید قرباں ہے جو سنت ابراہیم کے احیاء کے لئے دیا گیا ہے۔

قربانی کی استطاعت ہونے کے باوجود اگر کوئی قربانی نہ کرے تو عیدگاہ جانے کی بھی ممانعت ہے۔ اللہ تعالیٰ آج کے دن قربانی کی ہر چیز قبول فرماتے ہیں۔ خدا کے یہاں دم ولحم (گوشت وخون) تو نہیں البتہ تمہارا تقویٰ ضرور پہنچتا ہے۔ ہر بال کے بدلے نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور مغفرت کا پروانہ آج بھی ملتا ہے۔

واخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین.

۲۹/اپریل ۱۹۹۶ء

Scanned by CamScanner

دوستی کا امتحان اور عید قرباں

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علی عبادہٖ الذین اصطفیٰ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ان ھذا لھو البلٰؤُ المبین و فَدَیْنٰہُ بذبح عظیم و ترکنا علیہ فی الاخرین سلٰمٌ علی ابراھیم کذالک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المؤمنین.

بیشک یہ ایک زبردست امتحان تھا، ایک کھلی ہوئی آزمائش اور ہم نے ذبح عظیم کا بدلہ دیا ہے اور دوسروں میں بطور یادگار باقی رکھا ہے۔ سلام ہو ابراہیم پر، ایسے ہی ہم احسان کرنے والوں کا بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں ہیں۔ ان آیات بینات کے قبل اور اس کے علاوہ قرآن مجید میں کئی جگہ بڑی تفصیل کے ساتھ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا ذکر آیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس ماحول میں تھے، وہ طغیان وتمرد کا ماحول تھا، جن حالات سے گذر رہے تھے، ان میں سراسر ضلالت اور گمراہی تھی۔ صنم پرستی عام تھی اور بت گری ان کے گھر میں ہورہی تھی۔ آس پاس، پڑوس محلہ شہر [1]، غرض باپ سے لے کر حکمراں تک سب سے آپ برگشتہ تھے۔ ان سب کی گمراہی دیکھ کر دل مسوس کر رہ جاتے

---

(۱) غالباً شہر تکریت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وطن تھا، جو ملک عراق میں ہے۔

Scanned by CamScanner

اور تلاشِ حق میں سرگرداں رہتے۔ کبھی ستاروں کو رب سمجھا، تو کبھی چاند کو تو کبھی سورج کو۔ لیکن جب ان تینوں کے غروب کی علت کو دیکھا تو فرمایا لا احب الأفلین. ان غروب ہونے والی چیزوں کو میں پسند نہیں کرتا، یہ تو فانی ہیں یہ رب نہیں ہوسکتیں۔ یہ جستجو بڑھتی رہی، یہاں تک آپ نے اہل خاندان کے ہمراہ میلہ ٹھیلہ میں جانے سے بھی انکار کردیا اور صنم پرستی اور صنم گری کے خلاف روشن ضمیری، روشن قلبی اور روشن دماغی کا مظاہرہ فرمایا جس کے لئے بل فعل کبیرھم کی تلمیح کافی ہے۔ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منصب حق سے جل کر آپ کو جلانے کی کوشش کی اور آگ بھری خندق میں جھونک دیا۔ لیکن وہ آگ بحکم خداوندی ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا نار کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراھیم اے آگ تو ٹھنڈک اور سلامتی (۱) ہو جا ابراہیم کے لئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر رب العزت کی اس عنایت کا زبردست اثر ہوا اور وطن چھوڑ کر اطمینان قلب اور طمانیت و عبادت کے لئے شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ جہاں آج قدس (۲) ہے۔ اس کو اپنی منزل بنایا گویا دوستی کے لئے علائق سے بے پرواہ ہو گئے اور یہ سفر اسی خُلّت (۳) کی تکمیل اور طاعت و شکر کے مظاہرہ کے لئے تھا جس میں تزکیۂ نفس اور رضاءِ الٰہی مقصود ہے۔ وہاں آپ کی دعا رب ھب لی من الصالحین. اولاد صالح کی طلب اور ایک حلیم و بردبار ولد (لڑکے) کی بشارت۔ پھر اس کا سن شعور کو پہنچنا اور تمام مساعی میں ساتھ دینا تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خُلّت کا امتحان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ابراہیم کی دوستی بہت پسند تھی اور اسی لیے بیٹے کی قربانی کا تقاضہ ہوا کہ اس دوستی میں بڑھاپے کی پیدا، دعاؤں کا نتیجہ اب

---

(۱) ٹھنڈک سلامتی کے ساتھ یعنی زیادہ ٹھنڈک بھی عذاب ہے۔

(۲) شہر کا نام جہاں بیت المقدس ہے۔ (۳) دوستی۔

Scanned by CamScanner

اس جوان بیٹے کی قربانی آڑے تو نہیں آتی۔ چنانچہ لگاتار تین رات خواب میں دیکھا کہ بیٹے اسماعیل کو ذبح کر رہے ہیں۔ چنانچہ حکم ربی سمجھ کر بیٹے سے کہتے ہیں یٰبُنَیَّ انی اری فی المنام اَنی اذبحک فانظر ماذا تریٰ اے میرے پیارے بیٹے میں خواب میں تمہیں ذبح کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تمہاری کیا رائے ہے۔ فرمانبردار بیٹے نے بلا تامل جواب دیا۔ یا ابت افعل ماتومر اے میرے پیارے باپ آپ وہ کر گذریئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں پائیے گا۔ فلما اسلما و تله للجبین و نادینٰه ان یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا ان کذالک نجزی المحسنین جب دونوں نے رب کی اطاعت قبول کر لی، یعنی باپ نے بیٹے کی قربانی کرنے کی اطاعت اور بیٹے نے قربان ہونے کی اطاعت۔ پھر حضرت اسماعیل کو پیشانی کے بل لٹا دیا تو اس وقت ہم نے پکارا اے ابراہیم! تو نے خواب کو حقیقت بنا دیا بیشک ہم ایسے ہی محسنین کو جزا دیتے ہیں۔

اس قربانی سے حضرت ابراہیم نے ثابت کر دیا کہ اللہ کے حکم پر بیٹے کو قربان کرنے میں کوئی باک نہیں ہے نہ ہی وہ رب کی محبت کے درمیان حائل ہے۔ بلکہ خُلّت و دوستی کا امتحان بیٹے کو قربان کر کے پاس کر لیا اور ادھر ایک فرمانبردار حلیم و بردبار بیٹے نے باپ کے منہ سے اللہ کا امر و منشاء سنا تو بے جھجک وہ قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ معلوم ہوا اللہ والے، اللہ کے حکم پر سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور یہ بھی نتیجہ نکلا کہ فرمانبردرار بیٹے اپنے باپ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ قربانی کا یہ وہی عمل ہے جس کے بدلے فدیناہ بذبح عظیم کا مژدہ سنایا گیا۔ تورات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیٹے کو قربان کرنا چاہا تو فرشتے نے ندا دی کہ ہاتھ روک لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چونکہ تو نے ایسا کام کیا ہے کہ اپنے پیارے بیٹے کو بچا نہیں رکھا، میں برکت دوں گا اور تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور ساحل سمندر کی ریت کی طرح پھیلا دوں گا۔ اور اس وقت نہایت تندرست فربہ بڑا قیمتی جانور جنت سے لا کر رکھ دیا گیا جو ذبح ہوا یہی مطلب ہے فدیناہ

Scanned by CamScanner

بذبح عظیم کا۔ پھر یہی رسم قربانی تذکار ذبیح اور یادِ خلیل میں تا قیام قیامت اللہ نے باقی رکھنے کے لئے کہا و ترکنا علیه فی الأحزین.

جب حضرت سرکارِ دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ اہل مدینہ دو تہوار مناتے ہیں۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ زمانہ قدیم سے ایسے ہی ہوتا چلا آرہا ہے۔ چونکہ ان دونوں تہوار میں مسرت کے ساتھ لہو ولعب کی آمیزش تھی جو مزاجِ اسلام کے خلاف تھی اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو ان دو دنوں سے بہتر دو دن خوشی منانے کے لئے دیئے ہیں، ایک عید الفطر دوسرے عید الاضحیٰ ہے۔ ان دونوں تہواروں کو مسرت کا نشان، خدمت کی علامت، عبادت کا مقام حاصل ہے کہ اسلام لہو ولعب، شعائر میں پسند نہیں کرتا۔ عید الفطر تو صائمین کی جزا و انعام ہے اور عید الاضحیٰ میں حجاج کے عمل نحر اور مناسک حج کے ایک رکن کی مشابہت، احیاء سنت ابراہیمی اور تذکار ذبیح جس سے تزکیۂ نفس، بالیدگی روح، جذبۂ قربانی، طہارت قلب سبھی کچھ حاصل ہوتا ہے۔ اس سے مناسک حج کی مشابہت پوری دنیا میں، گھر گھر میں، چار دانگ عالم میں باقی رکھنا تھا۔ اور تا قیام قیامت یہ امت اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق رضاءِ الٰہی کے لئے یہ قربانی پیش کرے گی۔ وترکنا علیه فی الأحزین. کا یہی مفہوم ہے۔ یہ سنت ہمیشہ ہمیشہ رہے گی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت پسندیدہ فعل تھا۔

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ جو کام کرو اس میں رضاءِ الٰہی مقدم ہو۔ چنانچہ ہر جائز و حلال، تمام دنیاوی امور میں اپنے حقوق میں رضاءِ الٰہی کی نیت پر ثواب ہے۔ اس طرح دنیاوی مقصود تو حاصل ہوا، اجر و ثواب بھی ملا۔ اس تہوار میں، تہوار کی خوشی اور رب کی خوشنودی دونوں مقصود ہے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کے نغمہ سے رب العزت کی کبریائی کا اعلان، عید گاہ کی طرف صاف ستھرے بن کر اطمینان وسکون و وقار شان سے جانا اور پورے ماحول کو خوشبودار بنا دینا اور دو رکعت نماز چھ تکبیرات زائد

Scanned by CamScanner

کے ساتھ ادا کرنا، یہ اس تہوار پر دوگانہ شکر ہے کہ ایسا پاکیزہ تہوار ملا اور سنت ابراہیمی کے احیاء کی توفیق ملی۔

سرکارِ دو عالم ﷺ سے صحابہؓ نے دریافت فرمایا کہ ماھٰذاہِ الاضاحی یا رسول اللہ. تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا سنۃ ابیکم ابراھیم. یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔ تو صحابہ عرض کرتے ہیں کہ اس میں ہمارے لیے کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہر بال کے بدلے بھلائی۔ اون کے بارے میں جب معلوم کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہر ریشہ کے بدلہ بھلائی ہے۔

آج کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل قربانی ہے۔ دم قربانی (قربانی کا خون) زمین پر گرے اس سے قبل اللہ تعالیٰ اس کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہیں۔ غرض یہ خلت و دوستی کا امتحان تھا۔ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کامیاب ہوئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک ان کی سنت کو باقی رکھنے کے لئے اس امت کو عید الاضحیٰ یا عید قرباں کا انعام دیا۔

ہم عید الاضحیٰ ہر سال مناتے ہیں ہم اس سے کیا سبق لیتے ہیں؟ ہم نے اس کو صرف ایک رسم بنا لیا ہے یا تزکیۂ نفس کا سامان اور طہارت قلب کا عنوان بنایا ہے۔ بہر حال اس مقدس قربانی سے سبق لے کر ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار ہوئے تو ناکامیابی ہمارا ساتھ چھوڑ دے گی اور ہم دارین میں سرخ رو ہوں گے۔ ان الفاظ کے ساتھ عید الاضحیٰ کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ.

۲۴ / جون ۱۹۹۱ء

ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح

Scanned by CamScanner